ISSN 2320-8600

سہ ماہی مجلہ

المجیب

پھلواری شریف پٹنہ

جنوری - فروری - مارچ 2021

دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ کی موجودہ چند اہم مطبوعات

₹:500.00

₹:400.00

₹:300.00

₹:40.00

₹:100.00

₹:100.00

₹:50.00

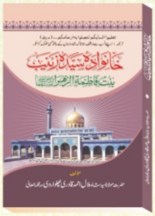

₹:200.00

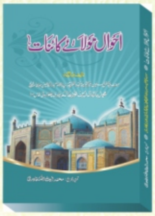

₹:140.00

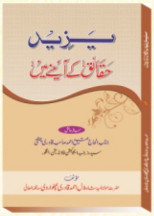

₹:100.00

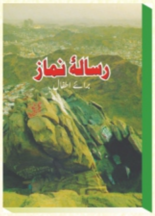

₹:50.00

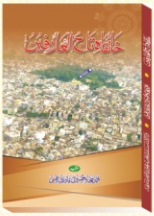

₹:100.00

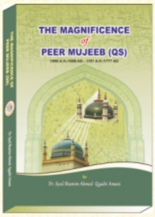

₹:400.00

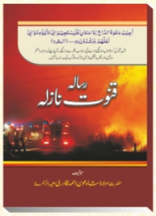

₹:20.00

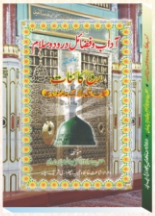

₹:90.00

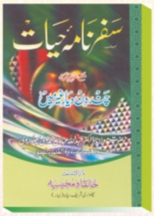

₹:150.00

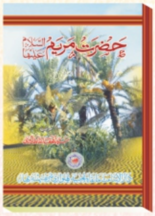

₹:60.00

₹:15.00

₹:20.00

₹:120.00

₹:50.00

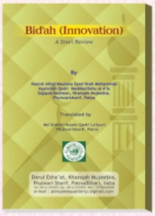

₹:40.00

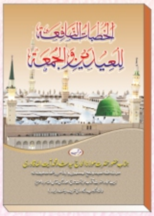

₹:300.00

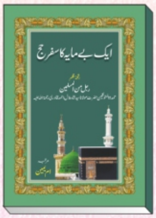

مذکورہ کتابیں حاصل کرنے کے لئے ان نمبرات: 7250433562 ,9006306098-91+ پر رابطہ کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هو العزیز المجیب و ولی النعم

اہل حق کا ترجمان اور امن وسلامتی کا پیامبر

سہ ماہی

المُجیب

پھلواری شریف پٹنہ

دینی، علمی وادبی مجلہ

ماہ : رجب المرجب — رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ

ماہ : جنوری — مارچ ۲۰۲۱ء

مدیر : ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

نائب مدیر : ظفر حسنین

جلد نمبر ٦١ ✦ شمارہ نمبر ۱

زرتعاون

فی شمارہ	:	-/50 روپے
سالانہ	:	-/200 روپے
سادہ ڈاک	:	-/250 روپے
رجسٹری ڈاک	:	-/400 روپے
پاکستان و بنگلہ دیش	:	-/500 روپے
دیگر ممالک	:	-/25$ امریکی ڈالر

مجلس ادارت

مولانا شاہ بدر احمد مجیبی

مولانا محمد منہاج الدین مجیبی

پروفیسر حافظ فضل کبریا صدیقی

پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید

محمد فصیح الدین عاصم قادری زینبی

سرکولیشن منیجر : محمد مقصود عالم مجیبی

مراسلت وترسیل زر کا پتہ

رابطہ : +91-9006306098

ایڈیٹر

"المجیب" دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)

فون نمبر : E-mail : almujeebquarterly@gmail.com, (0612) 2555572, Telefax : 2555305

فہرست مضامین

• لمعات	ظفر حسنین	۳

مضامین ومقالات

• عید میلاد النبی ﷺ کتاب وسنت اور علمائے سلف.....	جناب حضور مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی	۵
• حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	محمد شہزاد علی قادری مجیبی	۱۱
• حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف	سید محمد نیر رضوی	۲۳
• مراچون گذر برعراق اوفتاد (سفرنامۂ عراق)	پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید	۳۵
• منزل جاناں پہ تو پہنچا بہ صد مشکل سہی (چند دن......)	وارث ریاضی	۵۴

نقد وتبصرہ

• سروش غیب	مولانا شاہ بدر احمد مجیبی	۶۲

تعزیتی پیغامات

• زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے	جناب حضور مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی	۶۶

ادبیات

• قند فارسی	حضرت مولانا حافظ شاہ شہاب الدین ثاقب قادریؒ	۷۲
• قطعہ تاریخ بر وفات والدۂ معظمہ نور اللہ مرقدھا	جناب حضور مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی	۷۳
• نعت شریف	امان خاں دلؔ	۷۴
• مرثیہ	جناب حضور مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی	۷۵
• کوائف وحالات	ادارہ	۷۶

لمعات

● ظفر حسنین

ساری دنیا میں کرونا بیماری کی وجہ سے جو حالات پیدا ہوئے ہیں وہ حد درجہ تشویشناک ہیں۔ پوری دنیا میں اموات کا سلسلہ روز بروز بڑھتا ہی جارہا ہے، خاص کر ہمارا ملک اس مرض کی توسیع اور اموات میں امریکہ کے بعد دوسرا ملک بن گیا ہے، اپنی کثیر آبادی اور حکومت کی نااہلی کی وجہ سے شاید جلد ہی یہ پہلا ملک بن جائے، ہر طرف سے اموات کی خبریں آرہی ہیں۔ وہ خبریں جو چھن چھن کر اور کافی سنسر کے بعد ہم تک پہنچ رہی ہیں، وہ لوگوں کو دہلا دینے والی ہیں۔ اپنے ملک کے کچھ صوبوں میں تو، جس میں بہار بھی شامل ہے، شاید ہی کوئی گھر بچا ہو جو اس بیماری سے متاثر نہ ہوا ہو۔ بیماری کے پھیلنے میں عوام کی لاپرواہی کا حصہ بھی بہت بڑا ہے، ساتھ ہی سب سے بڑی وجہ حکومت کی بے توجہی ہے، ایک طرف حکومت اپنے گائڈ لائن کے ذریعہ لوگوں کو بڑے بڑے اجتماعات، بھیڑ بھاڑ والے علاقے میں جانے سے منع کرتی رہی جس پر اقلیتی طبقہ نے صد فیصد عمل کیا، مسجدیں بند کردیں، مذہبی اجتماعات پر پوری پابندی لگادی، رمضان جیسے مقدس مہینہ میں بھی اجتماعی نمازوں سے پرہیز کیا اور کہیں بھی حکومتی فرمان سے ٹکراؤ پیدا نہیں ہونے دیا۔ دوسری طرف اکثریت کا بہت بڑا طبقہ اس گائڈ لائن یا حکومتی فرمان سے پوری طرح بے نیاز رہا۔ چھوٹے چھوٹے اجتماع کو تو چھوڑ دیجئے، کمبھ میلا جیسا عظیم اجتماع خاص حکومت کی اعانت اور مدد سے منعقد ہوا، جس میں لاکھوں لاکھ لوگ جمع ہوئے اور پورے ملک میں بیماری پھیلانے کا باعث بنے۔ کسی نے مخالفت نہیں کی، کسی نے انگلی نہیں اٹھائی اور نہ شور و ہنگامہ ہوا۔ بس سب کچھ دیکھا، سنا اور برداشت کرلیا گیا، اس لیے کہ معاملہ ملک کی ۸۰ رفیصد آبادی والوں کا تھا۔

آج صورت حال یہ ہے کہ پورا ملک جھیل رہا ہے، موت کا مہیب سایہ ہر گھر میں دستک دے رہا ہے، شمشان گھاٹ اور قبرستان تنگ سے تنگ ہوتے جارہے ہیں۔ بیماری کی دہشت کا یہ عالم ہے کہ لوگ اپنے عزیزوں کی لاشیں چھونے سے ڈر رہے ہیں اور آخری رسومات ادا کرنے پر تیار نہیں ہیں، دوسری طرف حکومت ہے جو ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھی ہے، بلکہ

غیر بی جے پی حکومتوں کو غیر مستحکم کرنے اور اُسے گرانے کے سارے ہتھ کنڈے استعمال کر رہی ہے، اگر یہ حکومتیں اُسے مل بھی گئیں تو کیا ہوگا، وہ کس پر راج کرے گی؟ لاشوں پر؟ ادھ موئے عوام پر؟ ان کی تمناؤں اور خواہشوں کے مدفن پر؟

ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ اس بیماری نے خاص طور پر پڑھے لکھے اور نام ونمود والے لوگوں کو اپنا نشانہ بنالیا ہے، بڑے بڑے علما، فضلا، شاعر، ادیب اور پہلی صف کے لوگ مستقل اس کا شکار ہو رہے ہیں، گھروں سے رونے، دھونے اور آہ و بکا کی آوازیں آ رہی ہیں، پورے ملک پر عجیب طرح کا سناٹا چھایا ہوا ہے، سب کی نگاہیں آسمان کی طرف ہیں اور سب کے ہاتھ اوپر اٹھے ہوئے ہیں، سب کے لبوں پر یہی آواز ہے: اللہ رحم، اللہ رحم۔

ایک طرف یہ چیخ و پکار ہے دوسری طرف حکومت اور برسرِ اقتدار جماعت کے لوگ انتخاب کے ذریعہ یا انتخاب میں الٹ پھیر کر کے صوبہ پر صوبہ فتح کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، عدالتیں چیخ رہی ہیں، پھٹکار لگا رہی ہیں، ساتھ ہی ملک کی اعلیٰ ترین عدالت بھی بڑی بڑی ریلیاں کرنے والوں کو اور ملک کے مختلف حصوں میں انتخاب کرانے والوں کو پھانسی پر لٹکانے کی باتیں کر رہی ہے، لیکن نتیجہ وہی: ڈھاک کے تین پات۔ کیا یہ جمہوریت کی فتح ہے کہ لوگ گھروں میں بیمار یا مردے کو چھوڑ کر ووٹ دینے کو دوڑ رہے ہیں یا ان کا پاگل پن ہے، دنیا حیران اور پریشان ہے کہ یہ کون لوگ ہیں، یہ کیسا ملک ہے جہاں عبادت گاہوں کو بند کیا جا رہا ہے اور شراب خانوں کو کھولا جا رہا ہے؟ جہاں پاک پروردگار کے آگے ہاتھ اٹھانے والوں کو یا سر جھکانے والوں کو سزائیں دی جا رہی ہیں اور نشہ میں دھت آوارہ گردوں کی حوصلہ افزائی ہو رہی ہے، یہ کون سا ملک ہے کہ جہاں لوگ دوا کو ترس ترس کر مر رہے ہیں اور ان کا وزیر اعظم دیش گرو بننے کا خواب دیکھتے ہوئے ساری دوائیں دوسروں کو تقسیم کر رہا ہے اور اپنوں کو صرف وعدے، آج یہ کر دیں گے کل وہ — نتیجہ یہ ہے کہ لوگ ع

کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک

انتظار کرنے کے بجائے جان ہی دے رہے ہیں کہ شاید یہ ان کا مقدر بن چکا ہے۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

سہ ماہی
المجیب
میں اشتہارات دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

تیرہویں قسط

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کتاب وسنت اور علمائے سلف کے اقوال وآثار کی روشنی میں

● محمد ایت اللہ قادری

سلسلۂ مجیبیہ کے میلاد نامے کے عنوان کے تحت اس سلسلہ وار مضمون کی شائع شدہ آخری قسط میں حضرت قاضی سید مخدوم عالم پھلواروی ؒ جو کہ حضرت سیدنا مخدوم منہاج الدین راستی قدس سرہٗ کے خاندان کے ممتاز علما وفضلا میں تھے، نیز آپ کے خاندان کے سلسلہ قضاۃ کی آخری کڑی بھی تھے، ان کے ایک اردو میلاد نامہ کا تفصیلی تذکرہ وتعارف پیش کیا گیا تھا، حسن اتفاق سے مکتبہ مجیبیہ بدریہ میں قاضی صاحب علیہ الرحمۃ کا ایک اور میلاد نامہ دستیاب ہوا، یہ میلاد نامہ فارسی زبان میں لکھا گیا ہے، جس کی کتابت بانئ خانقاہ حضرت سیدنا تاج العارفین پیر محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ کے پوتے حضرت مولانا سید شاہ محمد حسین پھلواروی ؒ کے خلف گرامی مولانا شاہ محمد ید اللہ پھلواروی ؒ نے ۲۶/ ذی قعدہ ۱۲۶۰ھ میں کی ہے، یہ نسخہ میلاد بھی میرے محدود علم کے مطابق قاضی صاحب ؒ کی دیگر منظوم ومنثور تصانیف کی طرح اب تک کا معلوم واحد نسخہ ہے، جو مکتبہ مجیبیہ کے شعبۂ مخطوطات میں محفوظ ہے۔

یہ میلاد نامہ حضرت قاضی صاحب ہی کی تصنیف ہے، اس کی تصریح خود کاتب نسخہ نے میلاد نامہ کے اختتام پر اس طرح کی ہے:

”تمت الرسالۃ فی ذکر مولود النبی صلعم من تصنیف قاضی سید مخدوم عالم صاحب دام اقبالہ بتاریخ بست وششم بماہ ذیقعدہ در ۱۲۶۰ ہجری اختتام یافت کاتبہ متوکل الی اللہ محمد ید اللہ نعمتی الفردی غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ ہر کہ برین رسالہ نظر کند برائے سلامتئ ایمان ومغفرت..... دعاء فرمایند گمان قوی تر است کہ اللہ تعالیٰ بطفیل نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبول فرماید صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ واتباعہ (علی ھذا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)“۔

اس ترقیمہ کی تفصیلات کی بنیاد پر یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ یہ نسخہ میلاد قاضی صاحب ؒ کی ہی تالیف ہے،

جو ان کے عہد حیات میں لکھا گیا، یہ نسخۂ میلاد جس کا نام کاتب نسخہ نے صفحۂ اول پر ''مولو د شریف صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' اور ترقیمہ میں ''الرسالۃ فی مولود النبی صلعم'' لکھا ہے 20.7x14 سائز کے کاغذ پر ۳۸ /اوراق میں خط شکستہ میں مرقوم ہے، ہر صفحہ میں ۹ /سطریں ہیں، مخطوطہ کا اندراج نمبر ۲۱۶/۲ ہے، رسالۂ میلاد کی ابتدائی عبارت حسب ذیل ہے:

''الحمد للہ الذی ھدانا الی طریق الیقین......اما بعد! ذکر فضائل وکمالات آن باعث ایجاد کائنات..... باہزاران عذر تقریر.....بمعرض تحریر می آید۔

مدح رسول عربی می کنم ❁ ذکر دوائے قلبی می کنم

میلاد نامہ کا اتمام مولانا جامی کے سلام، سلام علیک ای نبیٔ مکرم پر ہوتا ہے، انتہائی عبارت اس طرح ہے:

یارب صل وسلم دائماً ابدًا ❁ علی حبیبك خیر الخلق کلھم

وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

حضرت قاضی سید مخدوم عالم صاحبؒ کا یہ فارسی میلاد نامہ اپنے موضوع کے اعتبار سے سیرت کے ان گوشوں پر مشتمل ہے جو ذات نبوی ﷺ کی معرفت اور آپ ﷺ سے ذہنی وقلبی وابستگی کو بڑھانے میں مؤثر ہیں، کیوں کہ آپ ﷺ کی ذات والا سے کامل وابستگی حاصل ہونے کے بعد ہی آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی اس کے تقاضے کے مطابق کی جاسکتی ہے، اسی بنیاد پر شمائل نبوی ﷺ کے باب میں حلیۂ شریفہ وغیرہ کو ایک خاص اہمیت دی گئی ہے، اسی طرح کثرت درود کے ساتھ کتب سیر کا مطالعہ آپ ﷺ کے حسن معاشرت کو اپنانے میں مفید اور کارآمد ہے، کتب سیر میں علما نے ''روضۃ الاحباب'' اور مدارج النبوت وغیرھما جیسی کتابوں کو نافع لکھا ہے، چنانچہ حضرت قاضی مخدوم عالمؒ کا یہ میلاد نامہ بھی ایک ایسی کتاب اور اس کے مؤلف کے افکار وخیالات کا آئینہ دار ہے، جن کی شخصیت اپنے صوفیانہ وعاشقانہ مزاج سے عجم کی دنیا میں عشق نبوی ﷺ کی تحریک برپا کرنے والوں کی صف اول میں شامل ہے، یعنی قدوۃ المحققین ملا عبدالرحمن جامیؒ جن کی شخصیت شریعت وطریقت دونوں اعتبار سے اسلامی دنیا میں مسلم ہے، قاضی صاحبؒ کے اس میلاد نامہ میں ملا جامی کے افکار وخیالات کا نمایاں اثر نظر آتا ہے، اس طرح ان کے اشعار اس میلاد نامہ میں قاری کے دل پر محبت کے رنگ چڑھاتے ہیں، دیگر علما ومشائخ کے اقوال اور اشعار بھی اسی میلاد نامہ میں جابجا نظر آتے ہیں۔

حضرت قاضی صاحب کا یہ مولود شریف چند ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے، جیسے:

ذکر خلقت نور خواجۂ عالم اشرف بنی آدم صلعم۔

ذکر ولادت باسعادت رسول مقبول صلعم۔

ذکر نزول وحی دعوت خلق ومعجزات۔

ذکر معراج آن صاحب التاج صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ذکر اخلاق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ذکر وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یہ وہ چند ذیلی عنوانات ہیں جن کے تحت قاضی صاحبؒ نے عام میلاد ناموں سے جداگانہ انداز میں پورے حزم و احتیاط کے ساتھ مضامین سیرت کے ان مختصر موضوعات کو دلکش پیرائے میں اپنے شعری ذوق کی چاشنی کے ساتھ بیان کیا ہے، انداز بیان میں روانی اور فارسی زبان کی شیرینی پائی جاتی ہے، میلاد نامہ میں استناد مضامین کے لیے مشائخ کے اقوال سے بھی استفادے کئے گئے ہیں، چنانچہ ذکر خلقت نور خواجۂ عالم....کے باب میں ایک حدیث آتی ہے: اول ما خلق اللہ نوری عام طور پر اس حدیث پر کچھ کلام ہے، مگر علما و مشائخ عظام نے اپنی کتابوں میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اس حدیث کے تناظر میں اسرار و رموز کی باتیں لکھی ہیں، جن سے اس روایت کی درایۃ توثیق ہوتی ہے، چنانچہ قاضی صاحبؒ نے ذکر خلقت نور خواجۂ عالمؐ کے باب میں اس حدیث کو پیش کرکے قدوۃ المحققین ملائے جامیؒ کی تالیف شاھد النبوۃ کے ایک اقتباس سے اس کی تشریح فرمائی ہے، چنانچہ رقم طراز ہیں:

’’بیان این حدیث باوجہ توفیق از احادیث اولیت بالروح والعقل والقلب قدوۃ المحققین قدس سرہ بلسان متصوفہ درشواہد النبوت بدیں عبارت آوردہ کہ حق سبحانہ وتعالیٰ درازل آزال حیث کان اللہ ولم یکن معہ شیئا اول تجلی کہ برخودنی آنکہ وجود غیر دران مدخل یابد بصورت شانی بود معلق کمی جامع مرجمیع شیون رافی تفصیل بعض از بعض صورت معلومیت آن شان راتعین اول وحقیقۃ محمدیہ گویند صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصورت وجودی آن حقیقت درمرتبۂ اول جوہری بود مجردکہ شارع آن تارۃ بعقل وتارۃ بقلم وتارۃ بروح یابنور تغیر فرمود وحقائق سائر موجودات اجزا وتفصیل آن حقیقت اند وشک نیست کہ اختلاف عبارات مبنی براختلاف اعتبارات است.....‘‘

اس کے بعد ذکر ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باب میں سید قاضی صاحبؒ بڑے پاکیزہ انداز ادب کے ساتھ شرف ولادت کا تذکرہ کیا ہے، آیہ شریفہ ’’ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ‘‘ سے اعزاز انسانی کا سہرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اللہ تعالیٰ نے کس طرح سجایا ہے، اس لطف خداوندی کو قاضی صاحبؒ کے اس اقتباس میلاد نامہ میں معلوم کیا جاسکتا ہے، وہ لکھتے ہیں:

’’چون رتبۂ خاک درنظر مقربان عالم پاک فروتر از جملۂ موجودات ومخلوقات بود پس لطف خداوندی جل وعلاء از کمال کرم برعاجزی وبےقراری او چنان نظر قبول مرعی ومبذول فرمود کہ ازمشتی خاک قالب پاک آدم علیہ السلام موجود نمود وخلاصۂ آن نور منظور خود.... درپیشانی نورانی حضرت ابوالبشر ودیعت نہاد کہ بشرف خطاب مستطاب اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً مشرف شدہ لوای شوکت درصحرای سعادت برکشاد....‘‘

میلاد نامہ کے تیسرے باب میں رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان معجزات کا بیان ہے جو رضاعت کے دنوں میں ظاہر ہوئے، جس کا تفصیلی بیان سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے، ان میں سے مصنف نے ایک دو معجزات کا بیان کیا ہے، جیسے تیز رفتاری سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمو کر پانا، معجزۂ شق صدر وغیرہ، اس طرح چوتھے باب میں ذکر نزول وحی و دعوت خلق و معجزات کے تحت غار حرا اور اولین وحی اقرأ باسم ربک کا ذکر اولین ایمان لانے والوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا بیان، معجزہ طاؤس اور معجزۂ شق قمر پر یہ باب مشتمل ہے، پانچویں باب معراج صاحب التاج میں اولاً صیغۂ درود پر مشتمل مختصر خاکہ واقعۂ معراج کو بیان کیا گیا ہے، پھر اس کے بعد واقعۂ معراج کی تفصیل پر مختصر روشنی ڈالی ہے اور مشائخ کے اقوال سے اسرار و رموز کی باتیں بیان کی ہیں، جیسے دَنیٰ فَتَدَلّٰی پر شیخ ابوالحسن نوریؒ کی تشریح، معارج النبوت سے عرب کے کمان سے متعلق ایک تاریخی کلچر کو بیان کر کے آیۂ شریفہ قَابَ قَوْسَیْنِ کی مختلف اور دلکش توضیحات وغیرہ۔ چھٹے باب میں منجملہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف، اخلاق و عادات سے متعلق روایات بیان کی گئی ہیں، جیسے خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق حضرت انس کے تاثرات، حضرات حسنین کریمین کا دوش نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سوار ہونا، سلام میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہل فرمانا، کسی مانگنے والے کو خالی ہاتھ نہ لوٹانا، کھانے میں عیب جوئی نہ کرنا، المختصر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشرت سے متعلق تمام اہم پہلوؤں کو اس باب میں قاضی صاحب نے اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے، کتاب میلاد نامہ کا آخری باب ذکر وفات آنحضرت صلعم ہے، اس باب میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری ایام سے متعلق حدیثیں پیش کی گئی ہیں اور ان ایام میں پیش آئے واقعات کو بڑے اثر انگیز طور پر قاضی صاحبؒ نے رقم کیا ہے، وفات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق اس باب میں رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظاہری جدائی کو بیان کرتے ہوئے حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متفقہ عقیدہ کی تصریح قاضی صاحب نے ایک پیغام کی صورت میں جس خوبی کے ساتھ کی ہے، وہ قابل مطالعہ ہے، قاضی صاحب لکھتے ہیں:

''اما از مضمون فراق طاقت بود و داغ جدائی بر جگر ہای ایشان شاق می نمود و ہنوز حال مسلمانان اہل دین چنیں است کہ بدیں ماجرا دل از دست برون میرود و از دیدۂ چشم خون می رود کو دلی کہ درین مصیبت دعوی مصابرت تواند کرد....

پس ای امم محترم رسول مکرم صلعم بدانید کہ پیغمبر ما حبیب خدا صلوۃ اللہ وسلامہ علیہ وآلہ اجمعین بموجب اخبار صحیحہ حیوۃ النبی است و وفات آن خواجۂ کائنات از دار فنا بعالم بقا چون ہجرت آنحضرت از مکہ معظمہ بمدینہ منورہ بود والا موت عوام بر آن خیر الانام علیہ الصلوۃ والسلام کہ ہم عاشق و ہم محبوب ذوالجلال والاکرام است کے روا باشد بلکہ بر خاصان امتہ صلعم این قسم موت تجویز نتواند کرد، الحافظ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ❁ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما''

حضرت قاضی صاحب کے اس میلاد نامہ میں دیگر میلاد ناموں کی طرح ہی مشہور روایات درج ہیں، البتہ قاضی صاحب کا

اسلوب بیان دیگر میلادناموں سے چند وجوہ کی بنیاد پر جداگانہ معلوم ہوتا ہے، جس کی ما قبل میں بھی مختصر تصریح کی گئی ہے، جیسے قاضی صاحب روایتوں کے ضمن میں مشائخ کے اقوال سے ان روایتوں کی سیر حاصل تشریح کرتے ہیں، اسرار ورموز کی باتوں سے عوام کو روشناس کراتے ہیں، اس طرح ایک خاص بات خصوصیت کے ساتھ قاضی صاحب کے میلاد نامہ میں نظر آتی ہے، وہ یہ ہے کہ روایات وواقعات کے بیان کرنے میں قاضی صاحب نے اپنی سخن سنجی اور سخن فہمی کے کمال سے ہر واقعہ اور روایت کے ذریعہ ذات نبوی ﷺ سے تعلق پیدا کرنے کی بڑی لطیف اور کامیاب کوششیں کی ہیں، ہر ذکر میں نثری بیان کو عمدہ نظموں سے جوڑ کر میلاد نامہ کو دلچسپ اور پر کیف بنانے کی سعی پر لطف کی ہے، ذیل میں کچھ منتخب اشعار اقتباس کے ساتھ بطور شواہد پیش کیے جاتے ہیں۔ رضاعت نبوی ﷺ کے واقعات میں قاضی صاحب لکھتے ہیں:

''بماہ دوم از سن شریف باعنایت دست و پائے نازنین خوش خرامی''۔

می فرمود — اس کے بعد قاضی صاحب جذبات سے سرشار ہو کر بے ساختہ یہ شعر کہتے ہیں:

آہستہ خرام یا مخرام ❁ زیر قدمت ہزار جان است

آگے فرماتے ہیں: ''بماہ نہم از زبان فصیح گو باشد'' — اس میں یہ شعر پیوست کر کے یوں ملتجی ہوتے ہیں۔

عقدۂ دل واشدنم آرزو است ❁ کز لب لعلت سخنم آرزو است

معجزۂ شق القمر کو بیان کر کے حضرت فرد الاولیاؒ کا برمحل یہ شعر پڑھتے ہیں:

ای کہ مہ پارہ کردن سہل کار دست تست ❁ نامۂ عصیان من گر چاک سازی دور نیست

واقعہ شق صدر کے بیان میں حسب ذیل اشعار سے لطافت پیدا کی ہے:

سرو یکہ چاک سینہ شاہ راہ اوست ❁ طوبیٰ غلام قامت محشر پناہ اوست

تہمت کش تجلی او کوہ طور شد ❁ آینہ خانۂ دل ما جلوہ گاہ اوست

واقعہ معراج کا تذکرہ کرتے ہوئے کیفیت روح الامینی کا تذکرہ شعری قالب میں اس طرح فرماتے ہیں:

''پس روح الامین آفتاب دین و دنیارا........ بر پشت براق نشاندہ علم رفاقت داشت و بزبان حال بدین مقال مترنم شد:

خاک قدم دوست شدم نیست کسے را ❁ آں عیش کہ امروز مرا در قدم اوست

اس طرح قاضی صاحب کے اس میلاد نامہ میں مشائخ کے مقبول اشعار مناسبت مضامین کے لحاظ سے نظر نواز ہوتے ہیں، جیسے مولانا جمالی دہلوی کا یہ شعر جو بقول شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ بارگاہ نبوت سے قبولیت کی سند حاصل کر چکا ہے۔

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتوی صفات ❁ تو عین ذات می نگری در تبسمی

یہ سب قاضی صاحب کی علمی وفکری بلندی اوران کی پاکیزہ نفسی کی بہترین مثالیں ہیں، میلاد نامہ میں شامل اشعار کا اصل لطف قاضی صاحب کے اس میلاد نامہ کو مکمل پڑھنے میں حاصل ہوتا ہے، ان کا حسن انتخاب مکمل مطالعۂ کتاب کا متقاضی ہے۔

مجموعی اعتبار سے قاضی سید مخدوم عالم پھلواروی ؒ کا یہ میلاد نامہ مولو د شریف میں فنی خوبی کے ساتھ فارسی کی مٹھاس پائی جاتی ہے، حسن بیان کے قالب میں یہ رسالہ میلاد خلوص عشق نبوی ﷺ کا ایک سبق آموز نسخہ ہے۔

—(جاری)

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

شرح اشتہار

سہ ماہی مجلہ المجیب

دنیائے علم وادب کا مقبول عام سہ ماہی مجلہ ’’المجیب‘‘ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ کا ترجمان —ایک دینی، علمی وادبی مجلہ ہے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ ملک وبیرون ملک ہر جگہ اس رسالہ کو کی غیر معمولی مقبولیت حاصل رہی ہے۔ یہ رسالہ علماء، ادباء، معلمین و متعلمین، افسران وعہدہ داران بلکہ ہر خاص وعام کے ذوق مطالعہ میں رہتا ہے—اور ہر طبقہ و جماعت کے لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں۔

لہٰذا باذوق تاجرین اور تنظیم وتحریک کے مالکان سے پرخلوص گذارش ہے کہ اس مقبول ترین رسالہ میں اپنا اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں—اور اپنے نام و پتہ کے ساتھ پیشگی رقم ارسال فرمائیں۔ اشتہارات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ملٹی کلر اشتہار

پشت سرورق	مکمل صفحہ	8,000/-	نصف صفحہ	4,000/-	چوتھائی صفحہ	2,000/-
اندرون سرورق	مکمل صفحہ	7,000/-	نصف صفحہ	3,500/-	چوتھائی صفحہ	1,750/-

سادہ اشتہار

اندرون مجلہ	مکمل صفحہ	5,000/-	نصف صفحہ	2,500/-	چوتھائی صفحہ	1,250/-

خواہش مند حضرات اپنے اشتہارات کے ساتھ پیشگی رقم کا چیک یا ڈرافٹ ادارہ کو پہلی فرصت میں مرحمت فرمائیں تاکہ ان کے آرڈر کو حتمی شکل دی جاسکے۔ چیک یا ڈرافٹ کے ذریعہ رقم ارسال کرتے وقت صرف "DARUL ESHA'AT" تحریر کریں۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا
زوجہ صحابی سے ام المومنین تک

● محمد شہزاد علی قادری مجیبی ــــ دارالعلوم مجیبیہ خانقاہ پھلواری شریف

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام اور متبنی (لے پالک بیٹا) تھے، اسی باعث زید بن محمد کہلاتے تھے، آپؓ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے چہیتے، لاڈلے اور عزیز تھے، حضور نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؓ سے بے پناہ الفت ومحبت تھی، اسی محبت کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا، کہ زید بن حارثہؓ کے لیے ایک شریک حیات کا انتخاب کریں، بایں وجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام نکاح دے کر بھیجا، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں ــــ (اسد الغابہ جلد ۶، ص ۱۲۵)

حضرت زینبؓ اور ان کے قرابت داروں نے پہلے خیال کیا کہ شاید رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے یہ پیام نکاح بھیجا ہے، اس لیے مسرور ومفروح ہوکر مثبت جواب دیا، لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ طلب نکاح حضرت زید بن حارثہؓ کے لئے ہے تو نادم وپشیمان ہو کر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ یہ رشتہ ہمارے خاندان کی شایان شان اور حیثیت کے خلاف ہے، تب سورۂ احزاب کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝۳۶ ـ (الاحزاب: ۳۶)

ترجمہ: اور کسی مومن مرد یا عورت کو اختیار نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی امر کا فیصلہ فرمادیں، تو وہ بھی اپنے معاملے میں صاحب اختیار بن جائے، اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں مبتلا ہوگا۔

نزول آیت کے بعد حضرت زینب بنت جحشؓ نے اس رشتہ نکاح کے لئے اپنی رضامندی کا اظہار کیا، اور زید بن حارثہؓ کی شریک حیات بن گئیں۔۔۔ (تفسیر قرطبی، سورۃ الاحزاب، آیت، ۳۶)

یہ آیت کریمہ اگرچہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل ہوئی مگر اس میں جو حکم بیان فرمایا گیا ہے وہ اس واقعہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اسلامی آئین کا اصل الاصول ہے، اور اس کا اطلاق پورے نظام زندگی پر ہوتا ہے۔ مسلمان انفرادی یا اجتماعی طور پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان وفیصلے سے انکار واختلاف کا حق نہیں رکھتے، کسی ادارے، عدالت، پارلیمنٹ یا کسی ریاست کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جس معاملے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی حکم ثابت وصادر ہو اس میں وہ اپنی رائے دے، اور اپنی مشیت ومرضی چلائے۔ مومن اور مسلمان ہونے کا مطلب ہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے اپنی مرضی سے دستبردار ہو کر من چاہی کے بجائے خدا چاہی زندگی گزارے اور ہر موقع ومحل پر یہ دیکھے کہ میرے خالق ومالک کا حکم وارشاد کیا ہے؟ اور میرا دین مجھ سے کیا چاہتا ہے اور کیا کہتا ہے؟ مگر افسوس کہ اس کے باوجود آج مسلمانوں کا حال اس سے یکسر مختلف اور دگرگوں ہے العیاذ باللہ۔

بہرکیف اس ارشاد ربانی سے بطور قاعدہ کلیہ کے یہ بات واضح فرمادی گئی کہ کسی مومن مرد وعورت کے لئے یہ بات جائز نہیں اور نہ ہی یہ ان کی شان کے شایاں ہو سکتی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کسی فیصلے اور حکم کی خلاف ورزی کریں، یہ بات ایمان وعقیدے کے تقاضوں کے خلاف ہے، اور جو اس کا ارتکاب کرے گا وہ سراسر ضلالت وگمراہی کا مرتکب قرار پائے گا۔۔۔ (تفسیر روح القرآن، از سورۃ الاحزاب، آیت، ۳۶)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ مدارج النبوۃ جلد دوم، ص: ۵۲۵ میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت زینب بنت جحشؓ تقریباً ایک سال میاں بیوی کی حیثیت سے رہے، لیکن ان کے تعلقات میں تلخیاں زیادہ اور راحتیں کم تھیں، حتیٰ کہ نباہ ہونا مشکل ہو گیا تو ایک روز حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی زوجۂ محترمہ حضرت زینبؓ کی شکایت کرتے ہوئے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان زینب اشتد علی لسانہا وانا ارید ان اطلقہا۔۔ (فتح الباری جلد ہشتم ص، ۴۰۳)

ترجمہ : اے اللہ کے رسول ﷺ! زینب مجھ سے زبان درازی کرتی ہے، میں اسے طلاق دینا چاہتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں گی لیکن ان سے نکاح کرنے کی ابھی تک صریح اور واضح طور پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی، اس لیے آپ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو وہی مشورہ دیا جو ایسے حالات میں زوجین کو دیا جاتا ہے اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا:

اتق اللہ و امسك عليك زوجك۔(فتح الباری جلد ہشتم، ص ۴۰۴)

ترجمہ : اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو روکے رکھو (طلاق نہ دو)۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی لیکن معاملہ ان کے قابو سے باہر ہوتا جارہا تھا اور طلاق دینے پر مجبور ہو گئے تھے بالآخر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے دوبارہ بارگاہ رسالت میں حاضری دی اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے زینب کو طلاق دے دی ہے، اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ؕ ۔(سورۂ احزاب، آیت ۳۷)

ترجمہ : اور (اے حبیب) یاد کیجئے جب آپ نے اس شخص سے فرمایا جس پر اللہ نے انعام فرمایا اور اس پر آپ نے (بھی) انعام فرمایا کہ تم اپنی بیوی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رکھو اور اللہ سے ڈرو، اور آپ ﷺ اپنے دل میں وہ بات پوشیدہ رکھ رہے تھے جسے اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ (دل میں حیاءً) لوگوں (کی طعنہ زنی) کا خوف رکھتے تھے (اے حبیب) لوگوں کو خاطر میں لانے کی کوئی ضرورت نہ تھی اور فقط اللہ ہی زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس کا خوف رکھیں۔

تفسیر بغوی میں ہے کہ سفیان بن عیینہ نے بیان کیا کہ علی بن زید بن جدعان نے کہا: مجھ سے امام زین العابدین علی بن امام حسین علیہما السلام نے پوچھا کہ آیت "وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ" کے متعلق حسن کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا حسن کہہ رہے تھے کہ جب زیدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! میں زینبؓ کو چھوڑنا چاہتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیدؓ کی وہ بات دل سے تو پسند آئی لیکن ظاہراً زبان سے فرمایا: اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ، امام زین العابدین نے فرمایا: ایسا نہیں ہے اللہ نے آپ ﷺ کو پہلے مطلع فرمادیا تھا کہ زید بن حارثہؓ، زینب بنت جحشؓ کو طلاق دے دیں گے اور زینبؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آجائیں گی، چنانچہ جب زیدؓ نے آکر کہا کہ میں زینبؓ کو طلاق دینا چاہتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ، یہ بات اللہ تعالی کو پسند نہ آئی اور بطور تنبیہ اللہ نے فرمایا: جب ہم نے آپ کو بتادیا تھا کہ زینب آپ کی شریک حیات ہوگی پھر آپ نے زید سے کیوں کہا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو، طلاق نہ دو، آیت کا یہی مفہوم شان انبیاء کے موافق ہے (اس سے نبیؑ پر کوئی بہتان نہیں آتا) اور عبارت بھی اس کے مطابق ہے، کیونکہ اللہ نے فرمادیا کہ جو بات آپ نے چھپائی تھی، ہم اس کو ظاہر کرنے والے ہیں پھر آپ لوگوں کے خوف سے اس بات کو کیوں مخفی رکھ رہے ہیں؟ ــــ (تفسیر بغوی، از سورۃ الاحزاب آیت ۳۷)

پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کے خوف سے اس بات کو مخفی رکھنے میں حکمت یہ تھی کہ خداوند تعالی ایک حکم کو ثابت

کرنا چاہتا تھا، اور لوگوں کو ایک دوسرا طریقہ کار سکھانا چاہتا تھا جو ایام جہالت کے احکام وآداب کے خلاف تھا، اگر عرب کسی کو منہ بولا بیٹا بناتے تھے، تو اسے اپنی طرف منسوب کر دیتے تھے، اور اس کو اس کے اصلی باپ سے منسوب نہیں کرتے تھے، جیسا کہ اس امر کا ذکر سورۃ احزاب میں کیا گیا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور سلسلۂ انبیاء کے خاتم ہیں اور اللہ ہر شے کا خوب جاننے والا ہے۔

حضرت قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیہ شریفہ حضرت زید بن حارثہؓ کے متعلق نازل ہوئی ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے نہیں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین نسبی بیٹے تھے: حضرت قاسم، حضرت ابراہیم، حضرت عبداللہ جن کا لقب طیب و طاہر تھا۔۔۔ (صراط الجنان فی تفسیر القرآن از سورۃ الاحزاب آیت ۴۰)

جب نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو کفار اور منافقین نے اعتراض کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ زید بن حارثہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی بیٹے نہیں ہیں حتی کہ ان کی بیوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام ہو جائے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعظیم و توقیر کے اعتبار سے امت کے روحانی باپ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات امت کی مائیں ہیں۔ اللہ تعالی نے اس آیت کریمہ کو نازل فرما کر کفار ومنافقین کے اعتراضات کو ساقط کر دیا۔

اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جو مرد تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کسی کے حقیقی والد نہیں ہیں، یہ مقصد نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے والد نہیں ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین بیٹے اور چار بیٹیوں کے والد تھے، لیکن تینوں بیٹے صغرسنی میں ہی وصال پا گئے اور ان میں سے کوئی جوانی کی عمر کو نہیں پہنچے اس لیے رب قدیر وغفور نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں سے کسی کے حقیقی والد نہیں ہیں۔۔۔ (تبیان القرآن جلد نہم، ص ۴۶۱)

علامہ آلوسی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ کسی مرد کے شرعی والد ہیں نہ رضاعی اور نہ کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرعا بیٹا بنایا کیونکہ شرعا بیٹا اس کو بنایا جاتا ہے جو مجہول النسب ہو اور زید بن حارثہؓ مجہول النسب نہیں تھے، ان کا نسب معروف تھا، وہ حارثہ کے بیٹے تھے، غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اعتبار سے کسی مرد کے حقیقی والد نہیں ہیں، نسبی نہ رضاعی اور نہ متبنیٰ کے اعتبار سے۔۔۔ (روح المعانی، جزء، ۲۲ ص، ۴۴، ۴۵)

اس طرح ایک قبیح رواج کا خاتمہ ہوا اور ہمیشہ کے لئے اسلامی قانون کا نفاذ ہوا۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ازدواج :

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی جب عدت پوری ہوگئی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانۂ جہالت کے اس رسم ورواج (کہ متبنی بیٹا بعینہ سگا بیٹا جیسا ہی ہوتا ہے، اور اس کی بیوی سے نکاح نہ کرنا چاہیے اور اسے وراثت میں پورا پورا حق ملنا چاہئے) کو ختم کرنے کے لئے اور فرمان خداوندی "ادعوھم لابائھم ھو اقسط عند اللہ" (تم ان کو ان کے باپ کی طرف نسبت کرکے پکارو اللہ کے نزدیک یہی انصاف کے قریب ہے) کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا وہ کشاں کشاں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں باریاب ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے زید! جاؤ زینب بنت جحش کو میرے لئے پیام نکاح دو، حکم کی تعمیل کرتے ہوئے وہ فوراً حضرت زینب بنت جحش کے گھر کی طرف چل پڑے ــــ (اسد الغابہ، جلد ۶، ص ۱۲۵)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے توسط سے اس پیام رسانی میں یہ حکمت پنہاں تھی کہ لوگ یہ وہم وگمان نہ کریں کہ یہ عقد زید رضی اللہ عنہ کی رضا وخوشنودی کے بغیر کسی ظلم وجبر کے تحت واقع ہوا ہے، اور انھیں یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت زینبؓ کے لیے کوئی آرزو تمنا اور خواہش نہیں ہے، اور وہ اس عقد سے راضی ہیں، اس کے علاوہ حضرت زید بن حارثہ کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر ثابت قدم رکھنا مقصود تھا اور اللہ کے حکم سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بھی راضی رکھنا تھا کیونکہ یہ موقع ومحل انتہائی نازک تھا اور اس وقت تک پردہ کی آیت کا بھی نزول نہ ہوا تھا، اپنے آقا ومولیٰ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت زینب بنت جحشؓ کے گھر پر پہنچے اور فرمایا:

فأتيتها وهی تخمر عجينها فلما رأيتها عظمت فی صدری فلم استطع ان انظر اليها حين عرفت ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قد ذكرها، فوليت ظهری ونكصت علی عقبی وقلت: يا زينب ابشری، ان رسول الله صلی الله عليه و سلم يذكرك قالت ما انا بصانعة شيئا حتی أؤامر ربی فقامت الی مسجدها ــ (طبقات الكبير للامام ابن سعد، جلد ۱۰، ص ۱۰۱)

ترجمہ : جب میں زینب کے گھر پہنچا تو وہ آٹا خمیر کررہی تھیں، وہ میری نظروں میں ایسی معزز ومحترم معلوم ہوئیں کہ میں ان کی طرف نظر نہ اٹھا سکا، پھر میں گھر کی طرف پشت کرکے الٹے قدم ان کے پاس گیا اور میں نے کہا: اے زینب! تمہیں مبارک ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں پیغام نکاح بھیجا ہے، انہوں نے کہا: میں اس بارے میں حق تعالی شانہ سے مشورہ کرلیتی ہوں، یہ کہہ کر وضو کیا اور نماز کی نیت باندھ لی۔

انہوں نے سجدے میں عرض کیا: کہ اے باراللہ! اگر میں تیرے نزدیک تیرے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی

زوجیت میں داخل ہونے کے قابل ہوں تو ان کے ساتھ میرا نکاح فرمادے، چنانچہ دعا قبول ہوئی اور اللہ رب العزت نے خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب سے کر دیا اور یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝۳۷ ۔(الاحزاب)

ترجمہ: پھر جب (آپ کے متبنی) زید نے اسے طلاق دینے کی غرض پوری کرلی تو ہم نے اس کو تمہارے نکاح میں دے دیا تاکہ مومنوں پر تمہارے لے پالک کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی وحرج نہ رہے جب کہ وہ اپنی غرض ان سے پوری کر چکیں اور اللہ کا حکم ہو کر ہی رہا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آثار وحی ظاہر ہوئے چند لمحے بعد مسکراتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو زینب کے پاس جائے اور انہیں بشارت دے کہ حق تعالیٰ شانہ نے ان کو میری زوجیت میں داخل کر دیا ہے اور مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔

حضور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا دوڑیں اور سیدہ زینبؓ کو بشارت دیں تو انہوں نے فرط سرور ونشاط میں بشارت دینے والی خادمہ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا کو اپنا زیور اتار کر دے دیں اور سجدۂ شکر بجا لائیں اور دو مہینے تک کے روزے کی نذر کرلیں ـــ (مدارج النبوت، جلد دوم، ص، ۵۵۳)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا فخر کائنات صلی اللہ علیہ علیہ وسلم کے ساتھ ازدواج کرنے کے بعد فخر ومباہات کا اظہار کرتی تھیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواج مطہرات سے بارہا خطاب کر کے فرماتی تھیں: میں آپ خواتین سے فرق رکھتی ہوں کیونکہ آپ کو آپ کے عزیز قرابت داروں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں قرار دیا ہے، لیکن مجھے خداوند تعالیٰ نے سات آسمانوں سے پیغمبر اعظم ﷺ کے عقد میں قرار دیا ہے، چنانچہ بخاری شریف میں ہے۔

وكانت تفخر على ازواج النبي صلى الله عليه وسلم تقول زوجكن اهاليكن وزوجني الله من فوق سبع سماوات ـــ (بخاری شریف، جلد، ۲ص، ۱۱۰۴)

ترجمہ: حضرت زینب رضی اللہ عنہا تمام ازواج مطہرات کو فخر سے کہتی تھیں کہ تم سب کا نکاح تمہارے گھر والوں نے کیا اور میرا نکاح اللہ نے سات آسمانوں کے اوپر کیا۔

اس ضمن میں متصلاً ایک اور روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے جو ثلاثیات امام بخاری کی آخری حدیث کہلاتی ہے وہ اس طرح ہے:

حدثنا خلاد بن يحيى حدثنا عيسى بن طهمان قالت سمعت انس بن مالك رضى الله عنه

یقول نزلت آیة الحجاب فی زینب بنت جحش واطعم علیھا یومئذ خبزا ولحما وکانت تفخر علی نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکانت تقول ان اللہ انکحنی فی السماء۔(بخاری شریف جلد ۲ص ۱۱۰۴)

ترجمہ : حضرت عیسیٰ بن طہمان سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک کو فرماتے ہوئے سنا: پردے کی آیت حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے حق میں نازل ہوئی، اور ان کے ولیمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روٹی اور گوشت کھلایا اور وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی باقی ازواج مطہرات پر فخر کیا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ بے شک اللہ تعالی نے میرا نکاح آسمان پر فرمایا ہے۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ علامہ بغویؒ نے امام شعبیؒ کے حوالے سے ذکر کیا کہ حضرت زینب بنت جحشؓ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں عرض کرتی تھیں کہ میں آپ ﷺ کو تین چیزیں ایسی پیش کرتی ہوں جو آپ کی ازواج مطہرات میں سے کسی اور زوجۂ مطہرہ کو حاصل نہیں، پھر آپ ان پر اپنی ترجیح کا اظہار اس طرح کرتیں کہ میرا اور آپ کا دادا ایک ہے، آپ کے ساتھ میرا نکاح اللہ تعالی نے سات آسمانوں پر کیا اور میرے نکاح کے سفیر حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔۔۔(تفسیر مظہری جلد ہفتم ص: ۴۹۴)

امام ابو الفرح عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی رقم کرتے ہیں:

اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ حضور سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اذن واجازت دی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر مہر کے نکاح کرلیں، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات خلوص سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کریں نہ کہ مہر کے عوض اور ولی کی اجازت کے بغیر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دی گئی ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نکاح میں گواہوں کی موجودگی سے بھی مستغنی ہیں۔۔۔(تبیان القرآن جلد نہم ص ۴۵۷)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی تحریر کرتے ہیں:

جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنا معاملہ حق تعالی شانہ کے سپرد کردیا تو اللہ عزوجل ان کے نکاح کا خود ولی ہوگیا، اس لیے فرمایا: زوجنکھا (ہم نے آپؐ کا نکاح ان سے کردیا)، امام جعفر بن محمد نے اپنے آباء سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ رب العزت نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر واطلاع دی کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب سے کردیا، تو آپؐ بغیر اذن واجازت کے ان کے پاس داخل ہوگئے، کسی عقد نکاح کی تجدید کی گئی، نہ کوئی مہر مقرر کیا گیا، اور نہ ان شرائط میں سے کوئی چیز تھی، جو عام لوگوں کے نکاحوں میں ہوتا ہے اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ حبیب ومحبوب ﷺ کی ان خصوصیات میں سے ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی شریک نہیں ہے، بایں وجہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی دیگر ازواج مطہرات سے بطورِ فخریہ کہتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے عزیز قرابت داروں نے کیا ہے اور میرا نکاح آسمانوں پر خلاق دوعالم نے کیا ہے۔۔۔(روح البیان، جلد ۷، ص ۳۱۵)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نکاح کی خصوصیات :

حضرت زینبؓ کے نکاح کی کئی خصوصیات ہیں:

(۱) جاہلیت کی رسم کہ متبنی حقیقی بیٹے کا درجہ رکھتا ہے مٹ گئی۔

(۲) لوگوں کو حکم ہوا کہ کسی کو حقیقی باپ کے علاوہ دوسرے منہ بولے باپ سے منسوب نہ کرو۔

(۳) اللہ عز وجل نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح بذریعۂ وحی کیا۔

(۴) نہایت اہتمام سے ولیمہ کیا گیا جس میں بکری کا گوشت، روٹی اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا بھیجا ہوا مالیدہ تھا بکثرت لوگوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا۔

(۵) اس موقع پر آیت حجاب نازل ہوئی اور پردہ کا رواج ہوا۔

دعوت ولیمہ :

نکاح کے دوسرے دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کی دعوت رکھی ایک بکری ذبح فرما کر ولیمہ کیا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ولیمہ کیا اس سے بہتر ولیمہ کسی اور زوجۂ مطہرہ سے شادی کرنے پر نہیں کیا، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

ما رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اولم علی احد من نسائه ما اولم علیھا، اولم بشاۃ۔(صحیح البخاری جلد ۲، حدیث ۵۱۶۸)

ترجمہ : میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی بھی زوجۂ مطہرہ کا اتنا شاندار ولیمہ کیا ہو جتنا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کیا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری ذبح فرمائی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بھی اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حریرہ (عرب کی مشہور سوغات) بنا کر ایک برتن میں بھیج دیں اور تقریباً تین سو افراد نے خوب پیٹ بھر کر کھایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جاؤ فلاں فلاں کو اور ان کے علاوہ تم کو جو ملے ولیمہ کے لیے بلا کر لاؤ، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ولیمہ کے لیے دعوت دی، کچھ دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر لوگوں سے بھر گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا کہ دس دس کا حلقہ بنالو اور ہر شخص اپنی طرف سے کھائے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس کھانے پر رکھا اور برکت کی دعا فرمائی، اس کے بعد اس میں اتنی برکت ہوئی اتنی برکت ہوئی کہ سب لوگوں نے خوب شکم سیر ہو کر

کھالیا، تب بھی ختم نہ ہوا، جب سب لوگ کھا چکے تو مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! اس کھانے کو اٹھا لو، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں نے اسے اٹھایا تو میرے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا کہ جب یہ کھانا میں نے لوگوں کے سامنے کھانے کے لئے رکھا تھا اس وقت زیادہ تھا یا اب زیادہ ہے؟ اس میں اتنی برکت ہوئی کہ سینکڑوں آدمیوں کے کھالینے پر بھی بچ گیا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ معلوم ہوتا تھا، سبحان اللہ ـــ (طبقات الکبیر للامام ابن سعد ص، جلد ۱۰، ص ۱۰۲)

یہی خصوصیات تھیں جن کی بنا پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہمسری کا دعویٰ تھا۔

فضائل وکمالات :

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بے شمار فضائل وکمالات ہیں، ان کا نکاح اللہ تعالیٰ نے خود کیا جس پر وہ دیگر ازواج مطہرات کے مقابلہ میں فخر ومباہات فرماتی تھیں، وہ خاندانی رشتہ میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر ازواج مطہرات کے مقابلے میں قریب ترین تھیں، سورہ احزاب کی متعدد آیتوں کے نزول کا تعلق ان ہی کی ذات سے ہے، بہت تقویٰ شعار، پرہیزگار، اللہ سے ڈرنے والی اور راہ خدا میں مال خرچ کرنے والی تھیں، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کی بہت مداح تھیں، چنانچہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ان کا بیان ہے:

قالت عائشة و هي التي كانت تساميني منهن في المنزلة عند رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم أر امراة قط خيرا في الدين من زينب واتقى لله واصدق حديثا واوصل للرحم واعظم صدقة واشد ابتذالا لنفسها في العمل الذي تصدق به وتقرب به الى الله تعالى ما عدا سورة من حدة كانت فيها تسرع منها الفيئة۔ (صحيح مسلم، جلد ۲، ص ۲۸۵)

ترجمہ : حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تمام ازواج مطہرات میں صرف حضرت زینبؓ ہی بارگاہ نبوی میں میرے ہم پلہ تھیں، اور میں نے زینب سے زیادہ دین دار، متقی و پرہیزگار، سچ بولنے والی، صلہ رحمی کرنے والی، صدقہ کرنے والی، اور اپنی جان کو نیکی اور تقرب الی اللہ کے کاموں میں زیادہ کھپانے والی کوئی عورت نہیں دیکھی، ہاں مزاج میں ذرا سی تیزی تھی جو بہت ہی جلد قابو پالیتی تھیں۔

حافظ شمس الدین ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول نقل کیا ہے:

يرحم الله زينب لقد نالت في الدنيا الشرف الذي لا يبلغه الشرف ان الله زوجها ونطق به القران وان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لنا اسرعكن لحوقا اطولكن باعا فبشرها بسرعة لحوقها به وهي زوجته في الجنة۔ (سير اعلام النبلاء، جلد ۲، ص ۲۱۵)

ترجمہ : اللہ تعالیٰ زینبؓ پر رحم فرمائے انہوں نے دنیا ہی میں وہ شرف وکمال حاصل کرلیا جس کا مقابلہ کوئی

شرف وکمال نہیں کرسکتا اللہ تعالی نے خود ان کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اور قرآن مجید میں اس کا ذکر بھی فرمایا نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں یہ خوشخبری دی کہ ازواج مطہرات میں میرے وصال کے بعد سب سے پہلے میرے پاس آنے والی میری وہ زوجہ مطہرہ ہوں گی جو سب سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی (یعنی کار خیر میں بہت خرچ کرنے والی) ہوں گی اور وہ جنت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں۔

حضرت زینب ؓ اگرچہ کوتاہ قامت تھیں، اور اسی حساب سے ان کے ہاتھ بھی دیگر ازواج مطہرات کے مقابلہ میں چھوٹے ہی ہوں گے لیکن چونکہ بہت فیاض اور سخی تھیں، اور عربی میں ” اطولکن یدا یا اطولکن باعا “بطور مجاز سخی وفیاضی کے معنی میں بولا جاتا ہے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے ” اطولکن یدا یا اطولکن باعا “(لمبے ہاتھوں والی) کے الفاظ استعمال فرمائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد ہم ازواج النبی ﷺ اپنے ہاتھ ناپا کرتی تھیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ”اطولکن باعا “ کا ظاہری مطلب ہی لیتی تھیں، لیکن آپ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت زینب ؓ ہم سب سے پہلے آپ ﷺ سے جا ملیں تو پتہ چلا کہ آپ ﷺ کے فرمان ”اطولکن باعا “ کا مطلب سب سے زیادہ سخی اور فیاض ہے اور واقعی زینب ؓ ہم سب میں سب سے زیادہ سخی اور فیاض تھیں ـــ (طبقات الکبیر للامام ابن سعد، جلد:۱۰،ص:۱۰۵)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی نیکی و دین داری اور ان کے متقی و پرہیز گار ہونے کی شہادت تو رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک نے بھی دی تھی، چنانچہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال فئے کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت میں تقسیم فرما رہے تھے، حضرت زینب ؓ نے اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ مشورہ دے دیا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ناگوار گزرا اور حضرت عمر ؓ نے ان کے دخل دینے پر اپنی ناگواری کا اظہار بھی کرنا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر ؓ کو خاموش کر دیا اور فرمایا:

ان زینب بنت جحش اواهة،قیل: یا رسول الله ما الاواهة قال: الخاشعة،المتضرعة،و ان ابراهیم لحلیم اواه منیب ـ(سیر اعلام النبلاء جلد،۲،ص،۲۱۷)

ترجمہ : زینب ؓ کو کچھ نہ کہو! اس لئے کہ وہ اوّاہ ہیں کسی صحابی نے اوّاہ کا مطلب دریافت کیا تو فرمایا کہ اوّاہ کے معنی ہیں خشوع وخضوع کرنے والی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَحَلِیْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیْبٌ﴿۷۵﴾ (سورۂ ھود) بھی تلاوت فرمائی (جس میں اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حلیم (بردبار) اوّاہ (خشوع وخضوع کرنے والے) اور منیب (اللہ کی طرف توجہ کرنے والے) فرمایا ہے۔)

سخاوت و دریا دلی :

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سخاوت و دریا دلی میں بہت مشہور تھیں ،جو کچھ میسر ہوتا راہ خدا میں خرچ کر دیتیں،آپ کی سخاوت و دریا دلی کا اندازہ مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ سے لگایا جاسکتا ہے،حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كانت زينب صناع اليدين فكانت تدبغ وتحرز وتتصدق به فى سبيل الله-(الاصابه فى تمييز الصحابه للامام ابن حجر عسقلانی،جلد:۸،ص:۱۵۴)

ترجمہ : حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں سے کمائی کرتی تھیں،وہ چمڑے کی دباغت کرتیں، چمڑے کا سامان بناتیں اور اس سے حاصل شدہ مال کو راہ خدا میں خرچ کرتی تھیں۔

ان کی شان استغناء کا ایک واقعہ ابن سعد نے طبقات میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے:

عن برزة بنت رافع قالت ارسل عمر الى زينب بعطائها فقالت غفرها الله لعمر غير كان اقوى على قسم هذا قالوا هذا كله لك قالت سبحان الله واستترت منه بثوب وقالت صبوه واطرحوا عليه ثوبا واخذت تفرقه فى رحمها وايتامها واعطتنى ما بقى فوجدناتحته خمسة وثمانين درهما ثم رفعت يديها فقالت اللهم لا يدركنى عطاء عمر بعد عامى هذا -(طبقات الكبير للامام ابن سعد،جلد:۱۰،ص:۱۰۶)

ترجمہ : حضرت زینب کی خادمہ برزہ بنت رافع کہتی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت زینب کی خدمت میں ایک گراں قدر عطیہ بطور وظیفہ بھیجا،حضرت زینب نے اسے دیکھ کر کہا:اللہ عمرؓ کی مغفرت فرمائے کہ اس مال کو تو میرے علاوہ کوئی اور شخص زیادہ اچھا تقسیم کرتا،لانے والوں نے کہا: کہ یہ برائے تقسیم نہیں بھیجا ہے،یہ سب آپ کا ہے،یہ سن کر حضرت زینب نے سبحان اللہ کہا اور فرمایا:اسے یہیں ڈال دو اور اس پر ایک کپڑا ڈھک دو،اس کے بعد آپؓ نے اسے اپنے عزیزوں اور یتیموں میں تقسیم کرنا شروع کر دیا تقسیم کے بعد جو بچ گیا اسے مجھے عنایت فرما دیا،میں نے اسے گنا تو وہ پچاسی درہم تھے، پھر حضرت زینب نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے اللہ! اس سال کے بعد میرے پاس عمرؓ کا عطیہ نہ آئے۔

ہوا بھی یہی حضرت زینبؓ آئندہ سال آنے سے پہلے ہی وفات پا گئیں، حضرت عمرؓ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت زینبؓ نے سب مال تقسیم کر دیا ہے تو خود ان کے گھر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں مزید رقم بھیجوں گا اور ایک ہزار درہم پھر بھیجے، حضرت زینبؓ نے اسے بھی تقسیم کر دیا۔(الاصابہ فی تمییز الصحابہ للامام ابن حجر عسقلانی جلد:۸،ص:۱۵۵)

وفات :

ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وفات ۲۰ یا ۲۱ ہجری میں ہوئی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؓ ازواج مطہرات میں سب سے پہلے وفات پانے والی زوجۂ مطہرہ ہیں، وفات سے پہلے اپنا کفن خود تیار کر کے رکھ لیا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر امیر المومنین حضرت عمرؓ بھی کفن بھیجیں تو ایک کو استعمال کر لیا جائے اور دوسرے کو صدقہ کر دیا جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپؓ کی بہن حضرت حمنہ بنت جحشؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کفن تو استعمال کرا دیا اور حضرت زینب بنت جحشؓ کا تیار کردہ کفن صدقہ کر دیا۔ (سیر اعلام النبلاء، جلد ۲، ص ۲۱۷)

ان کی وفات پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ذہبت حمیدۃ سعیدۃ مفزع الیتامی والارامل۔(طبقات الکبیر للامام ابن سعد، جلد:۱۰، ص: ۱۰۷)

ترجمہ : ایک ستودہ صفت، نیک بخت، یتیموں اور بیواؤں کی سہارا عورت دنیا سے رخصت ہوگئیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور محمد بن عبداللہ بن جحشؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ نے قبر میں اتارا قبر مبارک جنت البقیع میں ہے۔ رضی اللہ عنها ورضيت عنه.

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

اپیل

مضمون نگاروں سے اپیل ہے کہ ''المجیب'' میں اشاعت کے لئے مسودہ کی اصل کاپی بھیجیں۔ عکسی کاپی ناقابل اشاعت ہوگی۔

منیجر

سہ ماہی ''المجیب'' پھلواری شریف، پٹنہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف

● سید محمد نیر رضوی — سی ۳، رحمان اپارٹمنٹ، نیو پارس ٹولی، ڈورنڈا، رانچی (جھارکھنڈ)

عالم اسلام میں بہتر فرقے ہوں یا تہتر، یا اس سے بھی زاید مگر اہل حق جانتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ عالم اسلام کا مسلمان بالعموم تین جماعتوں میں منقسم ہے۔ پہلی جماعت جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کی امامت کو فوقیت دیتی ہے۔ یہ اہل تشیع کی جماعت ہے دوسری جماعت اہل سنت والجماعت ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کی خلافت کو فوقیت دیتی ہے اور تیسری جماعت وہ ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کی امامت اور ان کی خلافت کے ساتھ ساتھ ان کی ولایت کو بھی فوقیت دیتی ہے۔ یہی جماعت، اہل سنت والجماعت کے ساتھ ساتھ اہل تصوف کی جماعت ہے۔ چنانچہ پوری دنیا میں مسلمان کسی بھی جماعت سے منسلک ہوں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کا درجہ فضیلت اور ان کی شان و عظمت کا معاملہ سبھوں کے نزدیک مشترکہ اور یکساں طور پر دیکھا جاتا ہے۔ غرض مشترکہ مذہبی قدر اس طرح نمایاں ہوئی کہ عالم اسلام میں مذہب اسلام کے تمام پیروکار حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کی شان، اُن کی عظمت اور اُن کے فضائل کے قائل ہیں۔ اہل تصوف کی جماعت کے یہاں تو ولایت کے زیادہ تر سلاسل، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف پر منتہی ہوتے ہیں اور یہ سلاسل بیعت، سید المرسلین و خاتم النبیین، جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس عقیدہ کے ساتھ منتہی ہیں کہ اب بندۂ خدا نے ”ید اللہ“ پر خود کو سپرد کر ڈالا اور فروخت کر ڈالا۔ اور اب بندۂ خدا کا اپنا کچھ نہیں۔ کیا وجود ظاہر اور کیا وجود باطن! سب کا سب مالک حقیقی کا ہے۔ اہل تصوف اسے راہ سلوک کہتے ہیں۔ کیونکہ راہ سلوک کا مسافر جانتا ہے کہ وہ اب الوہیت کے روبرو ہے اور عبدیت عظمیٰ کی منزل پر ہے۔ یہی صاحب ایمان کا ایمان ہے، یہی صاحب تقویٰ کا تقویٰ ہے، الوہیت کے روبرو عبدیت کا نقطہ عروج ہے۔ عشق حقیقی کا کمال ہے اور اہل حق اسی میں اپنی دنیوی اور اخروی کامیابی تصور کرتے ہیں۔ غرض فضائل علیؓ، شان علیؓ اور مقام علیؓ کے افہام و تفہیم اور مباحث کے بیانیہ کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ حضرت علیؓ کی معرفت و مفاہیم کے لئے راقم الحروف کی یہ چند سطریں بالکل ناکافی ہیں۔

حشمت مئے فروش بین بر دراوز ہر طرف ۞ گرد مؤید کرم اہل صفا کشیدہ صف
فیض کرامتش نہد دم بدم از سفال مئے ۞ رند خداشناس را جام جہاں نما بکف

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کی شان ولادت یہ ہے کہ آپؓ مولود کعبہ ہیں ۔ولادت خانہ کعبہ میں ۱۳ رجب المرجب بروز جمعہ سن تیس عام الفیل ہوئی ۔آپؓ کی ولادت کے بعد پھر کسی کی بھی ولادت خانہ کعبہ میں نہیں ہوئی ۔آپؓ کا اسم شریف ''علی'' لقب ''مرتضیٰ'' اور ''اسد اللہ'' ہے اور کنیت ''ابوالحسن'' اور ''ابوتراب'' ہے ۔آپؓ ، رسول اللہ ﷺ کی تربیت وکفالت اور صحبت میں مسلسل رہنے کی وجہ سے بت پرستی سے مکمل طور پر متنفر تھے ۔بت پرستی کے اُس دور میں آپؓ کا چہرہ مبارک کبھی کسی غیر حق کی جانب نہ جھکنے پایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے اسم گرامی کے ساتھ ''کرم اللہ وجہہ الشریف'' منسلک ہے ۔آپؓ ہمارے پیغمبر آخر الزماںؐ کے چچیرے بھائی ہیں ۔آپؓ ہی کے والد حضرت ابو طالب نے ہمارے نبیؐ کے والدین کے وصال کے بعد آپؐ کو بڑی شفقت ومحبت سے پالا۔ حضرت ابو طالب نے باپ کی شفقت دی ۔جب تک ان کی حیات رہی ، وہ دشمنان اسلام سے آپؐ کی حفاظت کرتے رہے ۔آپؓ ہی کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم نے ہمارے رسول اکرم ﷺ کو ماں کی شفقت دی ۔سرور کائنات ﷺ ، اپنی چچی حضرت فاطمہ بنت اسد کا بہت احترام کرتے تھے ۔ان کی وفات کے بعد اپنی قمیص اُن کے کفن میں باندھ دیا ۔قبر میں خود اترے اور کچھ دیر لیٹے بھی ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کے والدین کی اہمیت سے مختصراً روشناس ہونے کے بعد اب خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کی فضیلت دیکھئے کہ جب رسول اکرم ﷺ کو بعثت نصیب ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے قرابت مندوں کے درمیان تبلیغ کا حکم دیا اور سورہ ''شعراء'' کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ ۔(الشعراء)
ترجمہ : اپنے قریبی رشتہ داروں میں تبلیغ کیجئے ۔

اس وقت آپؐ کے اہل قرابت میں صرف دو شخصیتیں مشرف بہ ایمان ہوئیں: اُم المومنین حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف ۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں ہیں ۔اس طرح آپؓ کو پہلے صحابی رسولؐ بننے کا بھی شرف حاصل ہے ۔اسلام کی تبلیغ واشاعت بڑھی تو اسلام کے دشمنوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہونے لگا ۔آپؓ اب ہر قدم پر احمد مجتبیٰؐ کے ساتھ ہیں اور ہر فیصلہ پر محمد مصطفیٰؐ پر جاں نثاری کے لئے تیار ہیں ۔ چنانچہ جب عرش بریں سے حضورؐ کے سامنے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمانے کا حکم آ گیا تو شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف نے کمال جاں نثاری اور کمال شجاعت کا نادر ونایاب مظاہرہ پیش کیا اور اپنی جان کی بازی لگا کر آپؐ کے بستر مبارک پر آپؐ کی سبز چادر اوڑھ کر لیٹ گئے ۔کفار قریش یعنی دشمنان اسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف ہی کو حضرت

محمد مصطفیٰ ﷺ سمجھ لیا اور اس طرح پیغمبر اعظم، ہادی برحق، جناب محمد مصطفیٰ ﷺ مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت فرمانے میں کامیاب ہو گئے۔ اللہ رب العزت کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کی یہ ادا اس قدر پسند آئی کہ عالم بالا میں یہ معاملہ موضوع بحث بنا اور آپؓ کی شان میں آیت نازل ہوئی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ ؕ ۔(البقرة:۱۵)

ترجمہ : اور بعض اپنی جان بیچ ڈالتا ہے اللہ کی خوشی حاصل کرنے کو۔

ہجرت کے دوسرے سال رسول اکرمؐ نے اپنی لخت جگر سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ کی شادی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے کر دی۔ اس موقع پر آپؐ نے اپنی چہیتی بیٹی بی بی فاطمہؓ کی جانب مخاطب ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کی بہترین لب ولہجہ میں پذیرائی فرمائی:

زوجك سيد في الدنيا والاخرة و اول اصحابي اسلاما و اكثرهم علما واعظمهم حلما۔

ترجمہ : تیرا شوہر دنیا و آخرت کا سردار ہے اور ایمان لانے میں میرے صحابہ میں پہلا ہے اور علم میں ان سب سے زیادہ ہے اور تحمل و بردباری میں ان سب سے بڑا ہے۔

آپؐ نے سیدۃ النساء جگر گوشہ رسولؐ حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح خود پڑھایا۔ غرض حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف ہمارے رسول اکرمؐ کے داماد بھی ہیں یعنی آپؐ کی چہیتی بیٹی اور جنت میں عورتوں کی سردار حضرت بی بی فاطمہؓ کے شوہر نامدار ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف او رخاتون جنت سیدۃ النساؑ فاطمۃ الزہراؓ کی چھ اولادیں ہوئیں۔ حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ، حضرت محسنؓ، حضرت اُم کلثومؓ، حضرت رقیہؓ، اور حضرت زینبؓ۔ حضرت محسنؓ اور حضرت رقیہؓ کا وصال صغرسنی میں ہی ہو گیا تھا۔ ہمارے اور آپ کے آقا و مولا سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نسل پاک سیدہ فاطمہؓ سے ہی جاری وساری ہے۔ تاریخ اسلام میں لڑی گئی غزوہ تبوک کو چھوڑ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف نے تقریباً تمام غزوات میں نمایاں حصہ لیا اور سرکار دو عالمؐ کے ہمرکاب رہے۔ سرور کائنات ﷺ کے علمبردار اور قابل اعتماد سپاہی تھے۔ ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف نے جنگ خیبر میں اپنی پشت پر دروازہ خیبر اٹھالیا تھا جس پر ہو کر مسلمان داخل ہوئے اور خیبر فتح ہوا۔ حضور اکرم ﷺ نے جب غزوۂ تبوک میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کو جنگ پر نہ لے جا کر عورتوں اور بچوں کی نگہبانی کے لئے مدینہ طیبہ میں چھوڑ دیا۔ اس وقت آپؓ کو کچھ رنج ہوا مگر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ علی! تم اس بات سے خوش نہیں! کہ تم میری طرف اسی طرح ہو جس طرح ہارون اپنے بھائی موسیٰ کی طرف تھے۔ ہاں! مگر یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔ شیر خدا، حیدر کرار حضرت علیؓ نے تمام جنگوں میں بے نظیر شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ اس طرح جنگوں میں فاتح بھی بنے رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ بھی بنے رہے۔ آپؓ نے کبھی بھی آپ ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔

سخت جنگ میں بھی آپؓ کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔غزوۂ احد میں جب بہتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیا تھا ایسے نازک وقت میں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب زخمی ہوئے،دندان مبارک شہید ہوا تو حضرت علیؓ زخم دھوتے اور حضرت فاطمۃ الزہراءؓ چٹائی جلا کر اس کی راکھ سے بہتے خون بند کرتیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکثر عہدنامے اور خطوط آپؓ ہی لکھتے تھے۔

جوہر نصرت عیاں از تیغ ابروئے علی ❁ شد قوی دین نبی از زور بازوئے علی

تاریخ اسلام کا قدیم اور مستند مورخ ابن سعد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کا حلیہ مبارک کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ:

"بالکل سفید،گھنی اور چوڑی داڑھی تھی۔فربہ جسم،کندھوں پر گوشت،بھاری پنڈلیاں،قمیص پاجامہ پہنتے تھے اور سیاہ عمامہ باندھتے تھے۔آپؓ کا کرتہ گھٹنوں تک نیچا ہوتا تھا۔ہاتھ میں ایک کوڑا رہتا تھا۔ان کے ہاتھ میں انگشتری پر "محمد رسول اللہ" کندہ کیا ہوا تھا۔"

"نہج البلاغہ" کے مطالعہ سے عیاں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کی عظیم شخصیت تمام تر خصائل محمودہ سے لبریز تھی۔آقائے نامدار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کو سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مقام پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کے بارے میں فرمایا کہ:تم میرے ساتھ رہو گے میرے قصر میں جنت کے اندر میری لڑکی فاطمہ کے ساتھ اور تم میرے بھائی اور رفیق ہو۔آپؐ نے ایک اور موقع پر یہ بھی فرمایا کہ:اے علی تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہوگا جبکہ تم میرے ساتھ جنت میں داخل ہو گے۔

حضرت اُم عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ایک بار جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا تو اس لشکر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف بھی شامل تھے۔وہ فرماتی ہیں کہ میں نے خود آپؐ کو بڑی بے چینی میں یہ دعا مانگتے ہوئے دیکھا کہ:یا اللہ! مجھے موت نہ دے تاوقتیکہ مجھے علی کو دکھا نہ دے۔حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرمؐ جب غصہ ہوتے تو حضرت علیؓ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص آپؐ سے گفتگو کرنے کی جرأت نہ کرسکتا تھا۔سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف میں حضرت ابراہیمؑ کا حلم،حضرت یحییٰؑ کا زہد اور حضرت نوحؑ کا فہم دیکھا کرتے تھے۔

شیر خدا،عابد وزاہد اور عاشق رسولؐ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کے عشق الٰہی،حب رسولؐ،علم وعمل،حلم،توکل،قناعت،زہد وتقویٰ،جود وسخا،ضبط نفس،ایثار،اخلاق حسنہ اور عفو و درگذر سے وابستہ سیکڑوں سبق آموز واقعات تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں جو امت مسلمہ کے لئے مشعل راہ ہیں۔چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف اگر پہلے صحابی رسولؐ تھے تو پہلے عاشق رسولؐ بھی تھے جن کی محبت بارگاہ نبوت میں قابل قبول ہو چکی تھی۔

تو سلطانِ صاحب سریر آمدی ❁ علیٰ کل شیئٍ قدیر آمدی

قرآن شریف گواہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب اور صاحب قرآن جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہر وہ علم عطا کیا جو انہیں نہیں معلوم تھا اور حدیث شریف گواہ ہے کہ آپؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کو تقریباً وہ تمام علوم عطا کر دئے جو اُنہیں نہیں معلوم تھے۔یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے حضرت علیؓ کے بارے میں فرمایا کہ:

انا مدینۃ العلم و علی بابھا۔

ترجمہ : میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازہ ہیں۔

بہت مشہور واقعہ ہے کہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں ایک عورت کو اس لئے سنگسار کرنا چاہا کہ اس نے چھ مہینوں میں ہی لڑکے کو جنا تھا۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کو جب خلیفہ کے اس حکم کی خبر ہوئی تو انہوں نے مداخلت کی اور قرآن شریف کی روشنی میں ثابت کیا کہ چھ مہینے میں بھی لڑکا پیدا ہوسکتا ہے۔حضرت عمر فاروقؓ آپؓ کے علم کے قائل ہوئے اور فرمایا:’’ لولا علی لهلك عمر ‘‘حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں مشیر خاص تھے۔آپؓ کی سخاوت کا ذکر تو خداوند قدوس نے قرآن مجید میں کیا ہے اور آپؓ کے حق میں آیت نازل فرمائی ہے:

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ بِالَّیۡلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً ۔(البقرۃ:۲۷۴)

ترجمہ : جولوگ اپنے مالوں کو رات اور دن میں پوشیدہ اور کھلے خرچ کرتے ہیں۔

چنانچہ آپؓ کی سخاوت کے سلسلہ میں ایک واقعہ بہت مشہور ہے کہ ایک بار جنگ کے موقع پر دشمن نے آپؓ سے تلوار مانگ لی۔آپؓ نے فوراً اپنی تلوار اسے دے دی۔تلوار پاتے ہی اس دشمن نے کہا کہ یا تو آپ بیوقوف ہیں یا پھر آپ کو اپنی شجاعت پر بڑا اعتماد ہے۔مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف نے فرمایا ایسا کچھ بھی نہیں ہے بلکہ تو ہمارے سامنے سوالی بن گیا، دست سوال دراز کر دیا اور مجھ سے مانگا،بس مجھ سے رہا نہ گیا اور تلوار تیرے حوالہ کر دیا۔اسی طرح آپؓ کے توکل اور قناعت کا بڑا مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف نے کسی سائل کا سوال رد نہ کرتے ہوئے خاتون جنت بی بی سیدہ فاطمہؓ سے گھر پر رکھے کل چھ درہم یہ کہہ کر منگا لیا کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ:’’تم میں سے کوئی مومن اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کو بڑا وثوق اس پر ہو جو کہ خدا کے خزانۂ قدرت میں ہے باعتبار اس کے جو خود اس کے ہاتھ میں ہو۔‘‘سیدہ نے یہ جواب سن کر گھر پر رکھے کل چھ درہم بھیج دئے۔شریعت وطریقت،ضبط نفس اور زہد وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک جنگ کے موقع پر جب ایک دشمن کو آپ نے زیر کر دیا اور چاہا کہ قتل کر دیں،اس نے فوراً آپؓ کے منھ پر تھوک دیا۔آپؓ فوراً اس کے سینہ سے اُتر گئے۔دشمن نے پوچھا کہ مجھے مغلوب کر دینے کے بعد چھوڑ کیوں دیا۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کا جواب سنیے: میری لڑائی تجھ سے اللہ کے دین کے واسطے تھی مگر تیری اس نازیبا حرکت کے بعد تیرے قتل میں للہیت (کی جگہ

میرا نفس مجھ پر حاوی ہونے لگا جو مجھے قطعاً منظور نہ تھا۔آپؓ کی زبان مبارک سے یہ سننا تھا کہ وہ کافر فوراً مسلمان ہوگیا۔بڑا مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار عصر کی نماز قضا ہوگئی ۔تقویٰ کی منزل دیکھئے! آپ کو اس قدر صدمہ پہنچا کہ آپؓ کا صدمہ آنحضرت ﷺ کو برداشت نہ ہوا اور آنحضرت ﷺ نے ڈوبے ہوئے سورج کو نکال دیا۔آپؓ نے نماز عصر ادا فرمائی اور سکون پایا۔

خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد امت محمدیہؐ نے ذی الحجہ ۳۵ھ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی۔اس طرح آپؓ خلافت راشدہ میں چوتھے خلیفہ منتخب ہوئے تھے جو خلافت راشدہ میں آخری خلیفہ ثابت ہوئے۔آپؓ کے دور خلافت میں واقعہ جمل پیش آیا۔جنگ صفین ہوئی۔آپؓ نے عہد رسالت کے بعد ۲۴ سال تک اپنی تلوار میان میں رکھی مگر پھر جب اپنے دور خلافت میں وہ تلوار نیام سے باہر آئی تو پھر اپنی اسی تیز دھار اور روانی کے ساتھ باہر آئی۔آپؓ ہی کے بڑے صاحبزادے حضرت امام حسنؑ نے اپنے ناناؐ کی پیشینگوئیوں کے مطابق مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرادی۔آپؓ ہی کے دوسرے صاحبزادے امام عالی مقام حضرت امام حسینؑ نے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی قربانی دے کر اپنے ناناؐ کے دین، دین اسلام کو بچا لیا۔اور قیامت تک کے لئے قرآن اور انسانیت کو محفوظ کر دیا۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف نے ۹ نکاح کئے۔پہلا نکاح حضرت فاطمہ بنت محمد ﷺ سے۔جب تک آپ حیات رہیں دوسری عورت سے نکاح نہیں کیا۔دوسرا نکاح ام البنین بنت حزام سے جن سے حضرت عباسؓ،جعفر،عبداللہ اور عثمان پیدا ہوئے۔تیسرا نکاح لیلیٰ بنت مسعود تمیمی سے جن سے دو بیٹے عبداللہ اور ابو بکر ہوئے۔چوتھا نکاح اسما بنت عمیس سے۔پانچواں نکاح صہبا بنت ربیعہ سے۔چھٹا نکاح امامہ بنت ابی العاص سے جو بی بی زینب بنت رسولؐ کی بیٹی تھیں جن سے محمد اوسط پیدا ہوئے۔ساتواں نکاح خولہ بنت جعفر الحنفیہ سے جن سے محمد حنفیہ پیدا ہوئے۔آٹھواں نکاح ام سعید بنت عروہ بن مسعود سے جن سے دو بیٹیاں پیدا ہوئیں: ام الحسین اور رملہ کبریٰ اور نواں نکاح محیات بنت امراا لقیس سے۔ایک تحقیق کے مطابق تمام اولاد میں صرف پانچ کی نسل چلی: حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت عباس، حضرت محمد حنفیہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم۔آپؓ ہی کے ایک بیٹے حضرت عباسؓ میدان کربلا میں علم بردار تھے جنہوں نے اپنے سوتیلے بھائی حضرت امام حسینؑ کی حمایت میں قربانی کی جو مثال پیش کی وہ عالم انسانیت کے واسطے رہتی دنیا تک کے لئے بطور سبق قایم و دائم ہے۔

اللہ کے بندوں کی ہدایت اور فلاح و بہبود کے لئے اللہ کے پیغمبروں کی آمد کا جو سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوا، وہ بتدریج ختم الرسل ﷺ پر ختم ہوگیا۔اب ایک اللہ، ایک قرآن اور ایک رسول ﷺ کے ماننے والوں کے لئے قیامت تک کسی نبی یا پیغمبر کے آنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔قرآن شاہد ہے کہ اب تک کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبران اس روئے زمین پر ہدایت کے لئے بھیجے گئے اور رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ مسلسل جاری رہا۔اللہ نے ہمیشہ ہر زمانہ میں اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے رہبری کا انتظام کیا۔آخر میں ہمارے نبی، حضرت محمد مصطفی ﷺ تشریف لائے۔آپ، خاتم النبیین، سرکار مدینہ،

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مگر المیہ یہ ہے کہ نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا اور شیطان قیامت تک کے لئے دنیا میں مسلط ہے جو وسوسہ ڈالنے اور گمراہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ آقا کی اُمت اپنے آقا و مولا، جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہایت بے چینی کے عالم میں سوال کر رہی ہے۔ آج کا مضطرب اور پریشان حال مسلمان اپنے آقا و مولا سے پوچھ رہا ہے: اے رہبر اعظم! یا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپؐ کے بعد اب اُمت مسلمہ کے پاس ایسا کیا ہوگا کہ امت مسلمہ آپ کی دکھائی ہوئی راہ مستقیم پر قایم رہے گی اور گمراہی میں نہ پڑے گی۔

آقاؐ کا جواب سنیے:

"ایها الناس قد ترکت فیکم ما ان اخذتم به لن تضلوا کتاب الله و عترتی اهل بیتی"

ترجمہ : اے لوگو! میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں کہ اگر تم اسے اپناؤ گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے: قرآن اور میری عترت اہل بیت۔

یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اس روایت کی تفصیل اس طرح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں آخری حج سے واپسی کے موقع پر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک نشیبی حصہ وادی خم میں کھڑے ہو کر بطور خاص خطبہ دیا اور فرمایا:

"ایها الناس قد ترکت فیکم ما ان اخذتم به لن تضلوا کتاب الله و عترتی اهل بیتی اذ کر کم الله فی اهل بیتی اذ کر کم الله فی اهل بیتی اذ کر کم الله فی اهل بیتی"

ترجمہ : اے لوگو! میں نے تم میں دو چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اسے اپناؤ گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے: قرآن اور میری عترت اہل بیت۔ میں تم کو اپنے اہل بیت کے معاملے میں اللہ کا خوف دلاتا ہوں۔) (تین بار فرمایا)۔

یعنی امت نے قرآن اور اہل بیت کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا تو وہ گمراہ نہیں ہوگی۔ یہاں یہ جاننا نہایت ضروری ہے کہ اہل بیت سے مراد کون لوگ ہیں اور مذہب اسلام میں ان کی کیا فضیلت ہے۔ اہل بیت یعنی: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذات خود، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف، آپؓ کی اہلیہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ، آپؓ کے دونوں صاحبزادے حضرت امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام۔ یہی وہ "پنجتن پاک" ہیں جو اہل بیت کہلاتے ہیں۔ انہی کی شان میں آیت تطہیر کا نزول ہوا۔

اہل بیت اطہار اند اینہا ❁ نور چشم بصارت اند اینہا

واقعہ یوں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروردہ عمر بن ابی سلمہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام المومنین حضرت اُم سلمہؓ کے یہاں تشریف فرما تھے کہ آپؐ پر یہ آیت تطہیر نازل ہوئی:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ۝۳۳ (سورۃ الاحزاب)

ترجمہ : اللہ چاہتا ہے اے اہل بیت! کہ تم سے پلیدی دور کردے اور تم کو خوب پاک وصاف کردے۔

اس وقت آپؐ نے اپنے اوپر ایک چادر اوڑھ لی جس پر سیاہ اونٹ کے کجاوؤں کے نقش بنے ہوئے تھے اور آپؐ نے اس چادر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف اُن کی اہلیہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور حسنین کریمین یعنی اُن کے دونوں صاجزادے اور اپنے نواسے حضرت امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کو بھی اس ردائے اطہر میں داخل کرلیا اور فرمایا:

"اللھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھر ھم تطھیرا"

ترجمہ : اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ پس ان سے ہر قسم کی آلودگی دور فرما اور انہیں خوب پاک و صاف کردے۔

یہی آیت تطہیر کا شان نزول ہے۔ اسی طرح آیت مباہلہ کا شان نزول بھی دیکھئے کہ جب نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق حضور نبی کریم ﷺ سے بحث کرنے پہنچا اور اپنی بیجا ضد پر قائم ہوا تو آیت مباہلہ نازل ہوئی:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۣ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝۶۱ ۔(آل عمران)

ترجمہ : پھر اے محبوب! جو آپ سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں، بعد اس کے کہ آپ کو علم آچکا ہے تو ان سے فرمادیجئے کہ آؤ! ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں۔ پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

پھر زمانہ نے دیکھا کہ سرور انبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام وفد سے کئے گئے معاہدہ کے تحت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف اُن کی اہلیہ اور اپنی چہیتی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور دونوں نواسے حسنین کریمین یعنی حضرت علیؓ کے دونوں صاجزادے حضرت امام حسن اور امام حسین علیھم السلام کو ساتھ لے کر مباہلہ کے واسطے تشریف لارہے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف سمیت اہل بیت اطہار کا مقام یہ ہے کہ اللہ رب العزت قرآن مجید میں فرمارہا ہے کہ:

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۔(شوریٰ:۲۳)

ترجمہ : آپ فرمادیجئے! میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔ (یعنی میں تم سے اپنے قرابت داروں کی محبت کا مطالبہ کرتا ہوں۔)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کے فضائل ومناقب میں قرآن پاک کی بہت ساری آیتوں کا نزول ہوا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"القرآن مع علی و علی مع القرآن"

ترجمہ : قرآن علی کے ساتھ ہے اور علی قرآن کے ساتھ۔

فاتح خیبر، شیر خدا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کے فضائل ومناقب میں احادیث بھی کثرت سے وارد ہوئی ہیں۔ مقام مرتضیٰ یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف، جناب، پیغمبر اسلام رسول اکرم ﷺ کے ایسے ہی بھائی تھے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام۔ خاتون جنت حضرت فاطمہ ؓ کے شوہر نامدار ہیں یعنی حضور ﷺ کے داماد بھی ہیں، حسنین کریمین: شباب اہل جنۃ کے والد گرامی ہیں۔ اہل بیت میں حضور ﷺ کے بعد دوسرے درجہ پر ہیں۔ آپ ؓ فاتح خیبر ہیں۔ حیدر کرار ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔ خلفائے راشدین میں شامل ہیں۔ آپ ؓ مفسر قرآن ہیں۔ فقیہ کامل ہیں، ولایت کے سرتاج ہیں۔ یہاں تک کہ آیت مباہلہ کے مطابق سرکار دوعالم ﷺ کے ''انفسنا وانفسکم'' میں شامل ہیں۔

چنانچہ اہل تصوف اور صاحبان ذکر اپنے پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں۔ اہل تصوف اور اہل طریقت اپنے خلفائے راشدین، اہل بیت اطہار، صحابہ کرام، تابعین اور صوفیائے کرام سے بے پناہ عقیدت رکھتے ہیں۔ ان کی تعلیمات کو دنیا وآخرت میں کامیابی کے لئے مشعل راہ تصور کرتے ہیں۔ مشہور عالم دین اور زیب سجادہ خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف جناب مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی اپنی ایک تحریر میں فرماتے ہیں کہ:

> ''کسی بندۂ مومن میں ایمان کے تمام تقاضے موجود ہوں مگر دل اہل بیت کی محبت وعقیدت سے خالی ہو یا بدقسمتی سے اہل بیت سے بغض وعناد رکھتا ہو، تو اس کا ایمان نامکمل اور ادھورا رہتا ہے، کیونکہ اہل بیت کی محبت عین رسول اللہ ﷺ کی محبت ہے۔''

یا اهل بیت رسول اللہ حبکم فرض من اللہ فی القرآن انزلہ۔

اسلام کی تاریخ بتاتی ہے کہ پیغمبر اسلام، ہادی برحق، حضور نبی کریم اور عالم انسانیت کے رحمۃ للعالمین ﷺ کے لئے اللہ نے قرآن میں فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ — (الاحزاب)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے سب فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

اللہ نے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبران کو دنیا میں بھیجا مگر کسی بھی پیغمبر کو ایسا درجہ عنایت نہیں کیا کہ جن پر ان کی امت کے ساتھ ساتھ خدا خود بھی درود وسلام بھیجے۔ یہ درجہ عالیہ صرف اور صرف ہمارے نبی ﷺ کے لئے مخصوص کیا گیا۔ اللہ نے آپ ﷺ کے لئے ایک اور مقام پر فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ — (آل عمران: ۳۱)

ترجمہ: اے رسول! فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔

ایک اور مقام پر اللہ نے فرمایا:

اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ ۚ ۔(النور: ۵۴)

ترجمہ : اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔

اللہ نے ایک اور مقام پر فرمایا:

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ ۔(النساء: ۸۰)

ترجمہ : جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

چنانچہ جس پیغمبر اسلامؐ کی حیات طیبہ کے مشاہدہ کے بعد مفکر اسلام اور شاعر مشرق علامہ اقبال یہاں تک فرماتے ہیں:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

صد حیف! اسی پیغمبر اسلام کے دونوں چہیتے داماد، ذوالنورین حضرت عثمان غنیؓ اور شیر خدا حضرت علیؓ شہید کر دئے گئے، دونوں عزیز ترین نواسے حسنین کریمین اور متعلقین شہید کر دئے گئے۔ اور یہ سب کچھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بس پچاس برسوں کے اندر ہی ہوگیا۔ چنانچہ جناب مولانا شاہ آیت اللہ قادری مدظلہ العالی کے مقرر کردہ متذکرہ پیمانہ کے پیش نظر قاتلان اہل بیت خواہ وہ ابن ملجم ہو، یزید ہو، مروان ہو، شمر ہو یا ابن زیاد، یا ایسے ہی دیگر ملعون جن کے کارناموں کا جائزہ لیجیے تو روز روشن کی طرح یہ صاف نظر آجائے گا کہ ان کا دل اگر جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور ان کے اہل بیت اطہار کی محبت سے لبریز ہوتا تو حضرت عثمانؓ شہید نہیں کئے جاتے، نہ حضرت علیؓ شہید کئے جاتے نہ حسنؑ بن علیؓ شہید کئے جاتے اور نہ واقعہ کربلا پیش آتا جہاں امام حسین علیہ السلام بن حضرت علیؓ اپنے اقربا اور ساتھیوں کے ساتھ عالم اضطرار میں شہید کر دئے گئے۔ چند لمحوں کے لئے تصور کرلیں کہ قاتلین اہل بیت اطہار اور حامیان یزید و مروان و ابن زیاد، اس مالک الملک اور مالک یوم الدین کے سامنے اپنی اپنی بساط عقل کے مطابق بروز یوم جزا و سزا جب اپنے اپنے کارناموں کے پیش نظر اپنا دعویٰ اپنے حق میں پیش کر رہے ہوں گے تو کیا وہ وہاں اپنے روبرو کھڑے امام کائنات، سید الاولین والآخرین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامنا کر پائیں گے، یہی وجہ ہے کہ اہل طریقت سمجھتے ہیں کہ بندۂ مومن کی تو زندگی کا نام ہی توقیر محمد، تعظیم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حب اہل بیت اطہار ہے۔ جاں نثاران رسولؐ اور محبان اہل بیت اطہار کا عقیدہ ہے کہ جنت ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے اور ہم اپنے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں۔ چنانچہ حضرت جامیؒ اس موقع پر اہل تصوف کی کیا خوب نمائندگی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

کردم ز دید پائی سوی مشہد حسین
ہست این سفر بمذہب عشاق فرض عین

ابن سعد نے حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے کہ لوگوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ جو دوسرے صحابہؓ کی بہ نسبت آپ زیادہ احادیث بیان کرتے ہیں۔ جواب دیا کہ واقعہ یہ ہے کہ میری دریافت پر سرورِ عالمؐ بیان دیا کرتے اور جب میں خموش رہتا، تو خود ہی کلام کا آغاز فرماتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف نے رسالت مآب ﷺ کی پانچ سو احادیث بیان کی ہیں۔ خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف خلیفہ منتخب کئے گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف نے چار سال ۹ ماہ خلافت کی۔ آپؓ کا پورا دورِ خلافت کسی نہ کسی سازش، شورش، فتنہ انگیزی اور خانہ جنگی کا شکار رہا۔ ایک موقع پر رسول ﷺ نے فرمایا کہ مجھے قرآن کی تنزیل منوانے کے لئے مجبور ہو کر تلوار اٹھانی پڑی اور ایک وقت ایسا آئے گا جب قرآن کی تاویل کے لئے منوانے کے لئے علی کو تلوار اٹھانی پڑے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف جنگ لڑی گئی تو حضرت امیر معاویہ کی فوج سے ایک جماعت نے قرآن نیزے پر اٹھا لیا۔ پھر نیا فتنہ پیدا ہوا۔ حضرت علیؓ کی فوج ہی سے ایک جماعت موسوم بہ "خوارج" علیحدہ ہوگئی جس نے قرآن کی غلط تاویل پیش کی۔ حالانکہ یہ بہت پڑھے لکھے لوگوں کی جماعت تھی۔ فتنہ اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ ایک بد بخت خارجی عبدالرحمٰن ابن ملجم ہی نے ۱۷ رمضان ۴۰ھ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف پر فجر کی نماز پڑھتے وقت نہایت سخت وار کیا۔ آپؓ دو دنوں تک المناک کیفیت میں مبتلا رہے اور بالآخر زخموں کی تاب نہ لا کر جامِ شہادت نوش فرمایا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے آپ ﷺ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ یمن گیا وہاں میں نے ان سے کچھ زیادتی دیکھی جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں واپس آگیا۔ وہاں میں نے حضرت علی کا ذکر آپ کے سامنے کچھ تنقیص کے ساتھ کیا تو رسول ﷺ کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدلنے لگا۔ آپ نے فرمایا: اے بریدہ! کیا مومنین پر ان کی جانوں سے زیادہ میرا حق نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا۔ ضرور یا رسول اللہ! تو آپ نے فرمایا:

"من کنت مولاہ فعلی مولاہ"

ترجمہ : میں جس کا مولیٰ ہوں علی اس کے مولیٰ ہیں' یا "میں جس کا محبوب ہوں علی اس کے محبوب ہیں—

(ترمذی، جلد دوم صفحہ ۲۱۲)

علمائے کرام نے اس حدیث کو احادیث متواترہ میں شمار کیا ہے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ، سمیت تقریباً ۳۰ جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اس حدیث مبارکہ کے گواہ ہیں کہ یہ حدیث مبارکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کے حق میں ارشاد ہوئی ہے۔ اصل واقعہ میمون ابو عبداللہ سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ارقمؓ نے فرمایا کہ میں سن رہا ہوں جو وادی خم میں آپ ﷺ نے حجۃ الوداع سے لوٹتے وقت ارشاد فرمایا کہ جہاں دھوپ کی وجہ سے درخت پر کپڑے کا سایہ کیا گیا تھا۔ وہاں آپؐ نے دوران خطبہ فرمایا کہ کیا تم لوگ نہیں جانتے ہو یا گواہی نہیں دو گے کہ میرا حق ہر مومن پر اس کی جان سے زیادہ ہے؟ لوگوں نے کہا! ضرور زیادہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"من کنت مولاہ فعلی مولاہ"
آپؐ نے پھر فرمایا :

''اے اللہ! اس سے عداوت رکھ جو علی سے عداوت رکھے اور اس کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے''۔

غرض مذہب اسلام میں حضرت علیؓ کی محبت نہ صرف حب علی ہے بلکہ امت مسلمہ کے لئے لٹمس ٹیسٹ ہے۔ایک مستند روایت کے مطابق کسی نے آپؐ سے آپؐ کے آخری ایام میں دریافت کیا کہ آپ کو غسل کون دے گا۔آپؐ نے فرمایا کہ: ''جو میرا زیادہ قریبی رشتہ دار ہو، پھر اس سے قریب۔'' چنانچہ جب امت پر غم بیکراں کا وہ وقت آگیا کہ سرکار دو عالمؐ وصال فرما گئے تو آپؐ کے اہل بیت نے غسل دیا۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف آپؐ کی پشت مبارک کو اپنے سینے سے لگا کر غسل دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان آپؐ کی وفات سے وہ شئے جاتی رہی جو کسی اور کی وفات سے نہ گئی۔یعنی نبوت کا خاتمہ ہوگیا۔چنانچہ جس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے سے سردار نبوت کا خاتمہ ہوگیا اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کے دنیا سے تشریف لے جانے سے سرتاج ولایت کا خاتمہ ہوگیا۔چنانچہ حب رسولؐ اور حب اہل بیت اطہار میں اگر سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح سرائی میں یہ شعر نہایت موزوں قرار دیا گیا ہے کہ:

لا یمکن الثناء کما کان حقه
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کی مدح سرائی میں یہ شعر بھی نہایت موزوں ہے کہ:

علی شاہ حیدر اماماً کبیراً
کہ بعد از نبی شد بشیراً نذیراً

مراجع ومصادر:

(۱) المجیب سہ ماہی (ماہ اکتوبر۔دسمبر ۲۰۱۴): مدیر: شاہ فتح اللہ قادری۔
(۲) تاریخ الامت: حصہ دوم: مولانا محمد اسلم جیراجپوری۔
(۳) احوال مولائے کائنات: تحشیہ وتخریج: محمد آیت اللہ قادری۔
(۴) خانوادہ سیدہ زینب بنت فاطمۃ الزہراؓ: شاہ ھلال احمد قادری۔
(۵) حادثہ کربلا کا پس منظر: ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی۔
(۶) شام کربلا: مولانا محمد شفیع اوکاڑوی۔
(۷) واقعہ کربلا: مولانا عتیق الرحمٰن۔
(۸) تاریخ الخلفاء: حافظ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابوبکر السیوطی۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

پانچویں قسط

مراچون گذر بر عراق اوفتاد
(سفرنامۂ عراق)

● پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید—ڈائریکٹر، مرکز تحقیقات فارسی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

قارئین کرام! ''المجیب'' کے گذشتہ چار شماروں میں شائع اس سفرنامے کی چار قسطوں میں آپ نے عراق کی اجمالی تاریخ، مختصر جغرافیائی حالات، اس خطے کی صدیوں پر محیط سیاسی نشیب و فراز اور تہذیب و فرہنگ کی داستان، سرخیل اولیاء حضرت سیدنا غوث الثقلین، غوث الاعظم، پیر پیراں، سیدمحی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اوران کے دو صاجزادوں کے یہاں حاضری، حجۃ الاسلام امام غزالی، شیخ ابوبکر شبلی، ابوالحسین نوری، امام اعظم ابوحنیفہ، ذوالنون مصری، سری السقطی، سیدالطائفہ جنید بغدادی، علامہ آلوسی، حضرت یوشع بن نون علیہ السلام، بہلول دانا، ابراہیم الخواص، سیدنا معروف کرخی، امام احمد بن حنبل، طاہر بن امام باقر، حضرت سلمان فارسی، حضرت حذیفہ بن الیمان، حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنھم کے یہاں حاضری کے علاوہ حاضری کاظمین اور طاق کسریٰ کے خرابے کی روئیداد، سامرّا کے سفر، سید محمد بن امام ہادی، امام ہادی، امام حسن عسکری کی بارگاہوں میں حاضری، مالک بن حارث اشتر نخعی، شیخ شہاب الدین سہروردی، صاجزادگان حضرت مسلم بن عقیل اور سیدالشہداء امام عالی مقام حضرت سیدنا امام حسین علی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں کربلائے معلی کی حاضری، دیگر شہدائے کربلا اور سیدنا عباس علمبردار کی حاضری، مذبح مقدس اور خیمہ گاہ حسینی وٹیلۂ زینبیہ سے متعلق روئیداد اور حقائق واحوال ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ پانچویں قسط میں آگے کی تفصیلات ہدیۂ قارئین ہیں—(ادارہ)

۱۹؍جولائی ۲۰۱۹ء کو جمعہ تھا اور کربلا میں کہیں نماز جمعہ کی ادائیگی کا مناسب نظم نہ تھا اس لیے ہم لوگوں نے ہوٹل ہی میں کمرے پر بجائے جمعہ کے، نماز ظہر حضرت سیدی مرشدی مولانا شاہ ہلال احمد قادری مدظلہ کی اقتدا میں ادا کی اور پھر عصر کے بعد حضرت سیدنا امام عالی مقام کے مزار مبارک پر سلام و فاتحہ خوانی کے لیے حاضر ہوئے۔ چونکہ یہ قیام کربلا کا آخری دن تھا

اس لیے ہم لوگ دیر تک حضرت امام کے حرم مطہر میں حاضر رہے اور پھر ہوٹل واپس آئے۔کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر ہم لوگوں نے اپنا رخت سفر اگلی منزل نجف اشرف کے لیے درست کیا اور آرام کیا۔

۲۰ر جولائی ۲۰۱۹ء شنبہ کو ہم لوگ ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد حرم حضرت امام عالی مقام میں رخصت کا سلام پیش کرنے کے لیے حاضر ہوئے اور پھر دوپہر کے کھانے کے بعد کربلائے معلی سے نجف اشرف کے لیے روانہ ہوئے جس کا فاصلہ تقریباً پچہتر کلو میٹر ہے اور مسافت طے کرنے میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹے لگتے ہیں۔لیکن ہم لوگوں کو چونکہ شہر حر اور حلّہ یعنی بابل میں بھی زیارت کے لیے رکنا تھا اس لیے ہم لوگ اسی کے پیش نظر پہلے روانہ ہوئے۔

دن کے کھانے کے بعد کربلا میں اپنے مستقر سے روانہ ہو کر ہم لوگ پانچ چھ کلو میٹر کے فاصلے پر جانب مغرب واقع حضرت حر بن یزید ریاحی کے مزار پر دس پندرہ منٹ میں پہنچ گئے۔وہ منطقہ جہاں حضرت حر کا مزار واقع ہے شہر حُر کہلاتا ہے اور کربلا کے شہر کا ہی ایک حصہ ہے۔

حضرت حر بن یزید ریاحی رضی اللہ عنہ :

امام عالی مقام علیہ السلام کے قافلے کی نگرانی پر مامور تھے اور ان کے سپاہیوں نے ہی اپنے نرغے میں قافلہ حضرت امام کو لے کر کربلا میں اترنے پر مجبور کیا تھا۔ان کا پورا نام حر بن یزید بن ناجیہ تھا اور وہ کوفہ کے قبیلۂ تمیم سے وابستہ تھے۔ حر کے خاندان کے افراد زمانۂ جاہلیت اور دورۂ اسلام میں زعماء میں سے تھے۔حر کی ولادت کا سال معلوم نہیں ہے البتہ ایک تخمینہ کے اعتبار سے قیاس ہے کہ ان کی ولادت پہلی صدی ہجری میں ہوئی ہوگی۔طبری کے بیان کے مطابق حر ۶۰ھ کے عظیم کوفی جنگ آوروں میں سے تھے۔جب عبید اللہ بن زیاد کو حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کی عراق کی طرف روانگی کی اطلاع ہوئی تو اس نے حصین بن تمیم کو قادسیہ روانہ کیا اور حصین نے حر کو ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ مقدمۃ الجیش کے بطور قادسیہ سے روانہ کیا اور مقام ذی حُسُم میں حر اور حضرت سیدنا امام عالی مقام کا سامنا ہوا۔لیکن چونکہ حر کی ماموریت جنگ کی غرض سے نہیں بلکہ حضرت امام کو ابن زیاد تک پہنچانے کی غرض سے ہوئی تھی اس لیے دونوں فریقوں میں کوئی معرکہ نہیں ہوا بلکہ حضرت امام نے اپنے رفقا کو حکم دیا کہ حر کے سپاہیوں اور ان کے گھوڑوں کو پانی وغیرہ پلایا جائے۔حضرت حر اور ان کے سپاہیوں نے حضرت سیدنا امام علیہ السلام کی اقتدا میں نمازیں بھی ادا کیں۔حضرت امام نے جب کوفیوں کے خطوط لکھ کر حضرت امام کو کوفہ آنے کی دعوت دیئے جانے کا ذکر کیا تو حر نے اس سے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔چنانچہ حضرت امام نے جب کوفہ والوں کی بے وفائی کے بعد وہاں سے مدینہ لوٹنے کا عزم کیا تو حر نے حضرت امام کا راستہ مسدود کر دیا اور کہا کہ انہیں ابن زیاد تک پہنچانے پر مامور کیا گیا ہے۔اسی بیچ ابن زیاد کا خط حر کے نام آیا کہ حضرت امام پر سختی کرو اور انہیں بے آب وگیاہ صحرا میں اترنے پر مجبور کرو۔چنانچہ مجبور ہو کر حر نے حضرت امام کو کربلا کی طرف چلنے پر مجبور کیا۔حر نے اگرچہ حضرت امام کے ساتھ

سخت رخ اختیار کیا لیکن احترام کو بھی پیش نظر رکھا۔حضرت حر کو ابن زیاد کی فوجوں اور حضرت امام کے درمیان صلح کی امید تھی لیکن جب کربلا میں عمرو بن سعد کی سرکردگی میں یزیدی فوجیں جمع ہونے لگیں تو حضرت حر کو تشویش ہوئی اور انہوں نے عمرو بن سعد سے اس سلسلے میں بات کی جس سے اندازہ ہوا کہ وہ لوگ جنگ کریں گے ۔پھر حضرت امام کی زبانی کوفیوں کی بے وفائی کی باتیں سن کر اور حضرت امام کے خطابات نے حر کے دل پر اثر کیا اور عاشورا کی صبح کو حر نے عمرو بن سعد کی فوجوں کا ساتھ چھوڑ کر حضرت امام عالی مقام علیہ السلام کا ساتھ اختیار کر لیا اور اپنے عمل کے لیے حضرت امام سے عفو و درگذر کے طلبگار ہوئے ۔حضرت امام نے انہیں معاف فرمادیا۔حضرت حر نے حضرت امام سے درخواست کی کہ چونکہ وہ پہلے شخص تھے جس نے حضرت امام پر خروج کیا اس لیے انہیں اجازت دی جائے کہ وہ پہلے شخص ہوں جو حضرت امام پر اپنی جان نثار کریں ۔چنانچہ حضرت امام نے ان کی درخواست قبول کر لی اور حر نے فوراً میدان کارزار کا رخ کیا اور پہلے عمرو بن سعد وغیرہ کو مخاطب کر کے سمجھانا چاہا لیکن ان کی یہ کوشش بے سود رہی ۔بالآخر انہوں نے نہایت جانبازی کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے جنگ کی اور جام شہادت نوش کر لیا۔اور مجاہدین حضرت امام کے پہلے شہید قرار پائے ۔حضرت حر کے بھائیوں ،بیٹوں اور غلام نے بھی حضرت امام عالی مقام کی رفاقت اختیار کی اور کربلا میں شہید ہوئے ۔حضرت حر کے قبیلہ تمیم کے لوگوں نے واقعہ کربلا کے بعد ان کی نعش کو کربلا میں دوسرے شہدائے کربلا کے مرقد سے دور ایک الگ مقام پر دفن کیا۔دسویں صدی ہجری میں شاہ اسمٰعیل صفوی کے توسط سے حضرت حر کے مرقد پر بقعہ وغیرہ بنایا گیا۔حضرت حر کے اس مدفن کے بارے میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے اور بعض روایات کے اعتبار سے انہیں دوسرے شہدائے کربلا کے ساتھ مدفون بتایا جاتا ہے ۔موجودہ عمارت میں حضرت حر کا مزار ایک جالی کے اندر ہے اور مزار کی مواجہہ والی دیوار پر ایک تلوار اور لوہے کی ایک زرہ آویزاں ہے اور سرہانے قبر پر ایک خود بھی رکھا ہوا ہے ۔داخلی دروازے پر جو زیارت کا سلام ایک قاب میں آویزاں ہے وہ یوں ہے:

زيارة الحر بن يزيد الرياحي

السلام عليك ايها العبد الصالح۔ السلام عليك ايها المجاهد الناصح۔ السلام عليك يا من وفى بالسعادة الرابحه۔ السلام عليك يا من نكث بيعة يزيد و فدى بروحه للحسين الشهيد۔ السلام عليك ايها البطل الصنديد۔ السلام عليك ايها الفارس الشجاع۔ السلام عليك ايها البطل المناع۔السلام عليك يا من ترك الطغيان واطاع الواحد الديان و دخل فى طاعة الرحمن وفدى بروحه بالخلد والجنان ورحمة الله و بركاته۔السلام عليك يا من فدى بنفسه ابن الرسول۔السلام عليك يا مجاهدا دون ابن البتول۔السلام عليك يا من تلقى دون الحسين الحتوف۔ السلام عليك يا من ثبت للطعن و ضرب السيوف۔ السلام عليك و على ولدك المقتول۔ السلام عليك يا من بكاه الحسين (ع) وقال ما أخطات امك اذ سمعتك الحر فانت حر

فی الدنیا و سعید فی الاخرۃ فیالیتنی کنت معك فأفوذ معك کما فزت مع الحسین واصحاب الحسین والسلام علیك یا حر بن یزید الریاحی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مرقد حضرت حر کی زیارت کے بعد ہم لوگ نجف اشرف کے راستے میں کربلا سے تقریباً پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر واقعہ شہر حلّہ کے لیے روانہ ہوئے اور تقریباً ایک سوا گھنٹے میں بذریعہ بس حلّہ پہنچ گئے۔

حلّہ، ولایت بغداد کا ایک شہر ہے جسے ۴۹۵ھ مطابق ۱۱۰۱ء میں سیف الدولہ صدقۃ بن دبیس بن علی بن مزید الاسدی نے بسایا تھا اور اس کا نام حلّہ بنی مزید یا الحلۃ المزیدیۃ رکھا تھا۔ یہ شہر اسی جگہ واقع ہے جہاں کبھی شہر بابل واقع تھا اور جس کے کھنڈرات اب بھی دریائے فرات سے چند میل کے فاصلے پر موجود ہیں۔ بابل شہر کے کھنڈرات بغداد سے پچپن ساٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر جانب جنوب بغداد-حلّہ شاہراہ پر واقع ہیں۔ شہر بابل میسوپوٹامیہ کا ایک قدیم شہر ہے جو سلطنت بابل اور کلدانی سلطنت کا دارالحکومت تھا۔ چار ہزار سال قبل مسیح کی تحریروں میں اس شہر کا تذکرہ ملتا ہے۔ ۱۷۵۰ء ق م میں بیبلونیا کے مشہور بادشاہ حمورابی نے اسے اپنا پایۂ تخت بنایا تو یہ دنیا کا سب سے بڑا اور خوبصورت شہر بن گیا۔ ۶۸۹ ق م میں بخت نصر دوم نے اس شہر کی دوبارہ تعمیر کرائی۔ معلق باغات (Hanging Garden) جن کا شمار دنیا کے سات عجائبات میں ہوتا ہے اسی بادشاہ نے اپنی ملکہ کے لیے بنوایا تھا۔ اسرائیلی روایات کے اعتبار سے حضرت آدم بابل میں رہتے تھے۔ ابوالفداء صاحب تقویم البلدان کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہیں نمرود نے آگ میں ڈالا تھا۔ اس شہر کا تذکرہ قرآن پاک میں بھی موجود ہے۔ ۲۳۰۰ ق م میں بابل پر عیلامی خاندان کی حکمرانی تھی اور نمرود اسی خاندان کا فرمانروا تھا۔ بخت نصر کے دور میں بابل علم و ادب اور تہذیب وتمدن کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ بخت نصر سے پہلے بابل صرف دریائے فرات کے مشرق میں آباد تھا لیکن بخت نصر نے دریا پر پل تعمیر کرا کر اس شہر کو دریا کے مغرب تک وسیع کر دیا۔ شہر بابل ایک پراسرار کنوئیں کی نسبت سے بھی شہرت کا حامل ہے۔ دراصل یہ ایک قید خانہ تھا جہاں دوسرے شہروں پر حملہ کر کے وہاں سے لائے گئے دیوی دیوتاؤں کے بت قید کیے جاتے تھے اور یہی وہ کنواں ہے جہاں دو فرشتے ہاروت اور ماروت قید ہیں اور جس کا ذکر سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۲ میں ''وَمَآ اُنۡزِلَ عَلَى الۡمَلَكَيۡنِ بِبَابِلَ هَارُوۡتَ وَمَارُوۡتَ ؕ'' سے باری تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ بخت نصر کے بعد ایرانی بادشاہ سائرس نے اس شہر پر قبضہ کر لیا پھر یہ شہر سکندر اعظم کے قبضے میں آ گیا۔ پھر دھیرے دھیرے اس شہر کی اہمیت کم ہوتی گئی اور عباسیوں کے عہد میں صرف ایک چھوٹے سے گاؤں پر سمٹ گیا اور اب صرف اس کے کھنڈرات باقی ہیں۔ بہر حال ہم لوگ سب سے پہلے حلّہ کے شمال مغرب میں واقع مشہد الشمس کی زیارت کرنے پہنچے۔

مشہد الشمس :

مشہد الشمس یا مشہد رد الشمس وہ مقام ہے جہاں مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی دعا پر

اللہ تعالیٰ نے غروب ہوچکے سورج کو پلٹایا تھا تا کہ حضرت علی کے بعض اصحاب جن کی نماز عصر قضا ہوگئی تھی وہ اپنی نماز ادا کرسکیں۔آفتاب کو واپس پلٹانے کا ایک واقعہ حضرت سیدنا سرکار دوعالم محمد مصطفی ﷺ کے عہد پاک میں بھی پیش آیا تھا اور قبل از اسلام بنی اسرائیل کے تین نبیوں حضرت یوشع بن نون، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہم السلام کے ساتھ بھی پیش آیا تھا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پاک میں ردشمس کا جو واقعہ پیش آیا وہ حضرت اسماء بنت عمیس، حضرت ام المؤمنین ام سلمہ، حضرت جابر بن عبداللہ انصاری اور حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے۔اس کا واقعہ یوں ہے کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو کسی کام کے لیے بھیجا۔جب وہ لوٹے تو عصر کا وقت تھا اور ابھی حضرت علی نے نماز ادا نہیں کی تھی۔اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کی کیفیت ہوئی اور آپؐ نے حضرت علی کی ران پر سر مبارک رکھ دیا اور نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کیفیت سے افاقہ ہوا تو سورج غروب ہونے کو تھا۔چنانچہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے دریافت فرمایا کہ تم نے نماز عصر پڑھ لی؟ حضرت علی نے فرمایا کہ چونکہ آپ کا سر اقدس میری رانوں پر تھا اور میں آپ کو بیدار نہیں کرسکتا تھا اس لیے نہ پڑھ سکا یا ایک دوسرے قول کے مطابق قیام وقعود کے ساتھ نہیں پڑھ سکا۔چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور سورج پلٹ آیا اور حضرت علی نے نماز عصر ادا فرمائی۔جس جگہ یہ واقعہ پیش آیا وہاں یادگار کے طور پر ایک مسجد بنام ردالشمس تعمیر کی گئی ہے۔

ایسا ہی ایک واقعہ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے عہد خلافت میں پیش آیا۔جس کے مطابق حضرت علی اپنے اصحاب کے ساتھ فرات کے راستے بابل کی طرف حرکت کررہے تھے تو وہ نماز عصر کا وقت تھا۔حضرت علی نے اپنے بعض اصحاب کے ساتھ نماز عصر ادا کرلی لیکن ان کے بعض اصحاب جو گھوڑوں کو فرات کے پار لے جانے میں مشغول تھے ان کی نماز عصر فوت ہوگئی۔لہٰذا حضرت علی نے دعا فرمائی اور سورج پلٹ آیا اور ان کے اصحاب نے نماز عصر ادا کی۔ حضرت علی کے عہد میں ردالشمس کے اس واقعے کو طحاوی، قاضی عیاض اور ابن حجر عسقلانی نے درست قرار دیا ہے اور شیعی روایات میں یہ واقعہ مستند ہے ہی۔بہر حال حلہ کے شمال میں اسی مقام پر جہاں یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا یادگار کے طور پر ایک زیارت گاہ مشہد الشمس یا مشہد ردالشمس کے نام سے تعمیر کی گئی ہے۔یہ ایک میناری ایک ایسی عمارت ہے جس کے اندرونی محراب کو چوبی جالیوں سے گھیر دیا گیا ہے اور روایتی گنبد سے مختلف ایک مخروطی گنبد اس کی چھت پر بنایا گیا ہے اور زائرین اس مسجد میں نوافل پڑھتے ہیں۔عمارت کے باہر ایک بورڈ پر عربی میں مشہد الشمس کے بارے میں جو تفصیل مرقوم ہے وہ اس طرح ہے:

مشهد الشمس

”یعتبر مشهد الشمس من الاماکن المقدسة والمزارات المکرمة و یعرف ایضاً بمسجد

الشمس، وهوایضاً مقام الامام علی علیه السلام، یقع هذا المشهد والمقام الشریف بالصاعدیة فی الحلة من ارض بابل۔

روی ابن عباس بطرق کثیرة أنه لم ترد الشمس الا لسلیمان علیه السلام وصی داؤد علیه السلام، ولیوشع علیه السلام وصی موسی علیه السلام، ولعلی بن أبی طالب علیه السلام وصی النبی محمد صلی الله علیه و اله۔

وقد ردت الشمس للامام علی علیه السلام مرتین:

المرة الاولی :فی حیاة النبی صلی الله علیه وآله

روی ان النبی صلی الله علیه و آله کان فی منزله و علی علیه السلام بین یدیه، فلما تغشاه الوحی توسّد حجر امیر المومنین علیه السلام فلم یرفع راسه عنه حتی غربت الشمس، فصلی العصر جالساً یؤمئی برکوعه وسجوده۔

وفی روایة اخری: ان الرسول صلی الله علیه و آله صلّی الظهر ثم ارسل علیاً علیه السلام فی بعض حاجته، ثم صلیّ النبی صلی الله علیه و آله العصر، فجاء علی علیه السلام فقعد الی جنب الرسول صلی الله علیه و آله فاوحی الله إلی نبیه فوضع راسه فی حجر علی علیه السلام حتی غابت الشمس فلما افاق من غشیته قال لامیر المومنین علیه السلام: افاتتك صلاة العصر؟ ادع الله حتی یرد علیك الشمس، فسأل امیر المومنین علیه السلام الله تعالی فی رد الشمس ،فردت حتی صلّی امیر المومنین علیه السلام صلاة العصر فی وقتها ثم غربت۔

المرة الثانیة: ردت الشمس للامام علی علیه السلام بعد وفاة الرسول صلی الله علیه و آله روی جویریة: قطعنا مع امیر المومنین علیه السلام جسر الصراة (نهر بالعراق) فی وقت العصر ، فقال علیه السلام إنّ هذه أرض عذبت مرتین وهی تتوقع الثالثة لا ینبغی لنبی ولا وصی ... ان یصلی فیها، فسرنا حتی غابت الشمس وقطعنا الارض، فقال لی : یا جویریة اذن واقم، فلما قلت: قد قامت الصلاة، ارتفعت الشمس حتی صارت فی مثل وقتها فی العصر، فصلّی، فلما انصرفنا هوت إلی مکانها، واشتبکت النجوم۔

وفی روایة اخری: إن الامام علیاً علیه السلام لما ارادعبودالفرات ببابل اشتغل کثیر من اصحابه بتعبیردوابهم و رحالهم ، فصلی بنفسه فی طائفة معه العصر، فلم یفرغ الناس من عبورهم حتی فاتت الصلاة، فتکلموا فی ذلك ، فلما سمع کلامهم سأل الله تعالیٰ ان یرد الشمس علیه، فأجابه الله تعالیٰ فی ردها علیه، فلما سلم القوم غابت الشمس۔“

مشہد ردالشمس دیکھنے کے بعد ہم لوگ حضرت ایوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے گھر کی زیارت کرنے پہنچے۔ یہ ایک وسیع وعریض صحن پر مشتمل عمارت ہے۔صحن کے بیچوں بیچ حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ جو حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی تھیں اور جن کا نام ماخہ بنت میشا بن یوسف علیہ السلام یا رحمہ بنت افراشیم بن یوسف علیہ السلام ہے، کا مزار واقع ہے۔صحن کے ایک طرف دوکنوئیں واقع ہیں جن کے بارے میں یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ دونوں کنوئیں حضرت ایوب علیہ السلام کے استعمال کے ہیں جس میں سے ایک کنوئیں کا پانی پینے کے لیے استعمال ہوتا تھا اور دوسرے کنوئیں کا پانی دوسری ضروریات کے لیے۔ زائرین دونوں کنوؤں پر بھیڑ لگائے رہتے ہیں اور ان کے پانی کو بطور تبرک لے جاتے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ حضرت ایوب کے اس گھر کی مٹی بھی جلدی امراض کی شفا کا ذریعہ ہے، چنانچہ زائرین اسے بھی وہاں بیٹھی ایک خاتون سے حاصل کرتے ہیں یا اپنے متاثرہ اعضا پر لیپ کراتے ہیں۔اس گھر کے داخلی دروازے کے دائیں جانب ایک برآمدہ ہے جو زائرین کے لیے نماز پڑھنے کے کام آتا ہے۔ہم لوگوں نے نماز عصر وہیں ادا کی اور زوجہ حضرت ایوب کے مرقد پر حاضری کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام کے مرقد کی زیارت کے لیے چل پڑے جو وہاں سے تقریباً دس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

حضرت ایوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم :

حضرت ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ اور اولو العزم پیغمبر ہیں جنہیں ابتلا وآزمائش میں ڈالا گیا اور انہوں نے نہایت صبر وثابت قدمی کے ساتھ ابتلا وآزمائش کے مرحلے کو سر کیا۔قرآن پاک میں چار مقامات پر اللہ عزوجل نے حضرت ایوبؑ کا ذکر فرمایا ہے اور انہیں اپنے بہترین بندوں میں شمار فرمایا ہے۔

(۱) اِنَّآ اَوۡحَيۡنَآ اِلَيۡكَ كَمَآ اَوۡحَيۡنَآ اِلٰى نُوۡحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ‌ۚ وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰۤى اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَعِيۡسٰى وَاَيُّوۡبَ وَيُوۡنُسَ وَهٰرُوۡنَ وَسُلَيۡمٰنَ‌ۚ وَاٰتَيۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا‌ۚ ﴿۱۶۳﴾ ـ(النساء)

ترجمہ : یقیناً ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی فرمائی جیسے کہ نوح اور ان کے بعد آنے والے نبیوں کی طرف۔ اور ہم نے وحی کی ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر اور عیسی اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

(۲) وَوَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ‌ؕ كُلًّا هَدَيۡنَا‌ ۚ وَنُوۡحًا هَدَيۡنَا مِنۡ قَبۡلُ‌ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيۡمٰنَ وَاَيُّوۡبَ وَيُوۡسُفَ وَمُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ‌ؕ وَكَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَۙ ﴿۸۴﴾ ـ (الانعام:۸۴)

ترجمہ : اور ہم نے ان کو اسحاق دیا اور یعقوب۔ ہر ایک کو ہم نے ہدایت کی اور پہلے زمانہ میں ہم نے نوح کو ہدایت کی اور ان کی اولاد میں سے داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسی کو اور ہارون کو اور اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو جزاء دیا کرتے ہیں۔

(۳) وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴿۸۳﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ﴿۸۴﴾ ۔ (الانبیاء)

ترجمہ : ایوب کی اس حالت کو یاد کرو جب کہ اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ تو ہم نے اس کی سن لی اور جو دکھ انہیں تھا اسے دور کر دیا اور اس کو اہل وعیال عطا فرمائے بلکہ ان کے ساتھ ویسے ہی اور اپنی خاص مہربانی سے تاکہ سچے بندوں کے لیے سبب نصیحت ہو۔

(۴) وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ﴿۴۳﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۭ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ﴿۴۴﴾ ۔(ص)

ترجمہ : اور ہمارے بندے ایوب کا بھی ذکر کر جب کہ اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے رنج اور دکھ پہنچایا ہے۔ اپنا پاؤں مارو، یہ نہانے کا ٹھنڈا اور پینے کا پانی ہے۔ اور ہم نے اسے اس کا پورا کنبہ عطا فرمایا بلکہ اتنا ہی اور بھی اس کے ساتھ اپنی خاص رحمت سے اور عقل مندوں کی نصیحت کے لیے۔

ان آیات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام آزمائشوں اور مصیبتوں میں مبتلا کیے گئے لیکن انہوں نے کسی حال میں صبر وشکر کا دامن نہ چھوڑا اور اللہ تعالیٰ کے ایسے صابر وشاکر بندے ہونے کا ثبوت دیا کہ ان کا صبر وشکر رہتی دنیا تک کے لیے ضرب المثل بن گیا۔

حضرت ایوب، حضرت سیدنا ابراہیم علیہما السلام کی اولاد سے تھے۔ ابن عساکر کے قول کے مطابق حضرت ایوب کی والدہ حضرت لوط کی صاحبزادی تھیں۔ بعض ماخذ میں حضرت ایوب کا نسب نامہ اس طرح مرقوم ہوا ہے۔ ایوب بن اموص بن زراح بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم۔ بعض روایتوں کی بنیاد پر حضرت ایوب حضرت موسیٰ کے بعد، بعض کے اعتبار سے حضرت شعیب کے بعد، بعض کے مطابق حضرت سلیمان کے بعد، بعض دیگر کی رو سے حضرت یوسف کے بعد اور بعض کے اعتبار سے حضرت یونس کے بعد مبعوث ہوئے۔

حضرت ایوب صاحب رسالت تھے اور آپ نے بمقام حوران اپنی قوم میں دین کی تبلیغ فرمائی۔ المسعودی نے لکھا ہے کہ ۳۳۲ھ میں دمشق کے نزدیک نویٰ میں آپ کا مقبرہ زیارت گاہ خاص وعام تھا اور اس نے وہاں وہ چٹان جس پر حضرت ایوب نے وقت بسر کیا اور وہ چشمہ جس میں غسل کر کے بیماری سے نجات پائی، بھی دیکھا تھا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے مرقد کے سلسلے میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایران، عمان، ترکی، لبنان اور دمشق وغیرہ میں بھی ان کے مرقد کی موجودگی کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ لیکن عراق کے حلّہ میں موجود مقبرہ مشہور ترین ہے۔ حلّہ کا یہ علاقہ جہاں حضرت ایوب کا مقبرہ موجود ہے الرانجیہ کہلاتا ہے اور حلّہ وکوفہ شاہراہ پر شہر حلّہ سے تقریباً دس کلومیٹر دور واقع ہے۔ مزار

ایک سنہری جالی میں واقع ہے اور قبر کے مواجہہ والے حصہ پر ''اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ''کندہ ہے۔ مرقد پر ایک سبز منقش گنبد ہے اور سطح زمین سے لے کر گنبد کی بلندی سے اونچے دو مینار بنے ہوئے ہیں۔مردوں کے داخلی دروازے کی طرف بڑے محرابی شیڈ میں مسجد ہے جہاں جانمازیں بچھی ہوئی ہیں اور زائرین نماز پڑھتے ہیں۔مرقد کا احاطہ وسیع و عریض ہے اور ہر طرف سبزہ ولان (Lawn) ہیں جن میں قالینیں بچھی ہیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے مرقد مبارک پر حاضری کے بعد ہم لوگ مغرب سے کچھ قبل نجف اشرف کے لیے روانہ ہو گئے جو وہاں سے تقریباً ساٹھ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت ہے۔ہم لوگوں نے چاہا کہ حضرت ایوب کے مقبرہ کی مسجد میں نماز مغرب ادا کرنے کے بعد روانہ ہوں لیکن نہ تو مدیر قافلہ اس پر راضی ہوئے اور نہ ہی بس کا ڈرائیور۔بہر حال دل مسوس کر بغیر مغرب پڑھے ہم لوگ وہاں سے چل پڑے اور سفر کرتے ہوئے رات کے تقریباً آٹھ بجے نجف اشرف پہنچ گئے اور وہاں ہوٹل دارک میں ٹھہرے۔چونکہ دن بھر کے سفر نے بے انتہا تھکا دیا تھا اس لیے ہم لوگوں نے نماز مغرب اور عشاء ادا کرکے کھانا کھایا اور دوسرے دن صبح کو حضرت مولائے کائنات امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب علیہ السلام کے یہاں حاضری کا ارادہ کرکے آرام کیا۔

۲۱رجولائی ۲۰۱۹ءیکشنبہ کو ہم صبح چائے وغیرہ پی کر حضرت سیدنا مولائے کائنات علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے حضور سلام پیش کرنے کے لیے چل پڑے۔ہمارے ہوٹل سے روضے کا فاصلہ کچھ زیادہ نہ تھا۔سیکوریٹی چیک کے بعد ہم لوگ حدود حرم مولائے کائنات میں داخل ہوئے اور کچھ دور چلنے کے بعد صدر داخلی دروازے پر پہنچ گئے۔یہاں کربلا کی طرح چیکنگ کا نظام سخت نہیں تھا چنانچہ ہم لوگوں نے موبائل جمع نہیں کیا اور صدر دروازے پر دوبارہ جامہ تلاشی کے بعد ہم لوگ داخل حرم ہوئے جو شروع میں ایک وسیع وعریض صحن پر مشتمل ہے اور ہر طرف قالینیں بچھی ہوئی ہیں۔ہم لوگ صحن عبور کرکے مشرق میں واقع مرقد مبارک کے داخلے کے طلائی اور بلند ورفیع دروازے سے اندر داخل ہوئے اور مواجہہ مولائے کائنات میں پہنچ کر عرض سلام و نیاز میں مشغول ہوئے۔حضرت مولائے کائنات کے حضور سلام پیش کرنے کے لیے بھی حضرت سیدی ومرشدی مولانا الحاج سید شاہ ہلال احمد قادری مدظلہ نے خانوادہ کا خصوصی سلام مرحمت فرمایا تھا۔مزار مقدس نہایت خوبصورت روپہلی جالیوں سے گھرا ہوا ہے اور نصف حصہ دبیز،غیر شفاف اور خوبصورت شیشہ سے خواتین کی حاضری کے لیے مخصوص ہے اور دخول النساء کا دروازہ بھی مختلف ہے اور شمال کی جانب واقع ہے۔ہم لوگ کافی دیر تک اندر لذت حضوری سے فیضیاب ہوتے رہے اور تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ہوٹل واپس لوٹے۔

حضرت سیدنا مولائے کائنات امیر المومنین امام علی علیہ السلام :

حضرت سیدنا مولائے کائنات کا اسم مبارک علی، کنیت ابو الحسن اور ابو تراب اور لقب حیدر ہے۔ان کے والد کا نام

ابوطالب اور والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد تھا۔جمہرۃ انساب العرب میں ابن حزم نے ان کا سلسلہ نسب یوں تحریر کیا ہے، علی بن ابی طالب (عبد مناف) بن عبد المطلب (شیبہ) بن ہاشم (عمرو) بن عبد مناف (مغیرہ) بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔خواجہ ابوطالب کی شادی ان کی عم زاد سے ہوئی تھی اس لیے حضرت علی نجیب الطرفین، دونوں طرف سے ہاشمی ہیں۔آپ حضرت سرور کائنات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی، داماد، کاتب وحی اور چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔بچوں میں سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔آپ بے مثال خطیب، عظیم سپہ سالار، ارفع و اعلیٰ فکر و بصیرت کے مالک اور بے پناہ فضیلتوں کے حامل تھے۔

حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت ۱۰ قبل نبوت یعنی ۲۳ قبل ہجرت میں ہوئی۔ان کی ولادت کے وقت خواجہ ابوطالب چونکہ سخت مالی مشکلات میں تھے اس لیے جناب سرور کائنات حضرت رسول اکرم ﷺ نے نو زائید حضرت علی کو اپنی کفالت میں لے لیا۔حضرت علی نے عہد طفولیت سے لے کر عہد شباب تک جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش تربیت اور زیر سایہ بسر کیا۔یہ حضرت علی کی بلند اقبالی تھی کہ انہیں ہر ہر قدم پر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل حمایت اور مہد تربیت میسر آیا اور اسی تربیت صالح کا اثر تھا کہ زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی حضرت علی نے بتوں کی پرستش نہیں کی۔بلاذری کی روایت کے مطابق حضرت علی نے دس یا گیارہ سال کی عمر میں اسلام قبول کر لیا تھا جب کہ طبری کا بیان ہے کہ وہ شروع سے مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پوشیدہ طور پر نماز پڑھتے تھے۔ایک دن خواجہ ابوطالب نے دیکھ لیا اور پوچھا کہ کیا کر رہے ہو۔جب حضرت علی نے بتایا تو انہوں نے حضرت علی کو روکا نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہا کہ وہ اچھی بات کا ہی مشورہ دیتے ہیں اس لیے اپنا عمل جاری رکھو۔

مکہ مکرمہ میں حضرت علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں ابتلا و آزمائش کے سخت ترین تیرہ سال بسر کیے۔اس دوران شعب ابی طالب میں محصوری کے نہایت سخت اور صبر آزما تین سال میں بھی حضرت علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین رفیق، معاون اور جاںنثار بن کر گزارے۔جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم ہوا تو ہجرت کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اس حال میں اپنے بستر پر سلایا کہ کفار و مشرکین کاشانہ نبوت کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور حضرت علی کو کفار و مشرکین کی امانتیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس محفوظ تھیں سپرد کیں اور فرمایا کہ تین دنوں میں یہ امانتیں ان کے مالکوں تک پہنچا کر مدینہ آ جاؤ۔چنانچہ حضرت علی امانتیں لوٹا کر قباء میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا پہنچے۔جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور آپ نے انصار و مہاجرین کے درمیان مواخات کرائی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا۔۲ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اپنی دامادی کا شرف بخشا اور سیدۃ النساء حضرت فاطمہ زہرا علیہما السلام کا نکاح ان سے کیا۔

حضرت مولائے کائنات علی علیہ السلام تقریباً تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ ۷ھ میں غزوۂ خیبر کے موقع پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کل میں اپنا جھنڈا اسے سونپوں گا جو اللہ اور رسول اللہ کی نگاہ میں سب سے چہیتا ہوگا۔ چنانچہ بہت سے صحابہ اس کے منتظر تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جھنڈا حضرت علی کو سونپا اور اس غزوے میں حضرت علی کی بہترین عسکری صلاحیتوں کا اظہار ہوا اور قلعہ خیبر کے سخت محاصرے کے بعد حضرت علی نے درِ خیبر اکھاڑ پھینکا اور اسلامی فوج نے آسانی کے ساتھ جنگ خیبر میں فتح پائی۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو ساتھ لے جانے کے بجائے اپنے نائب کی حیثیت سے مدینہ میں چھوڑا اور جب منافقین کے طعنوں سے حضرت علی کو ملال ہوا تو انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا جس پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ میرے نزدیک تمہارا وہی مرتبہ ہو جو حضرت ہارون کا حضرت موسیٰ کے یہاں تھا؟ بجز اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

فتح مکہ ۸ھ کے موقع پر کعبہ شریف میں نصب بتوں کو توڑنے پر حضرت علی مامور کیے گئے اور دیوار کے اوپری حصہ میں نصب شدہ پیتل کے بت کو توڑنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اپنے دوش مبارک پر چڑھنے کی سعادت عطا فرمائی۔ ۹ھ میں نجران کے یہودیوں سے مباہلہ کے وقت جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل بیت کے ساتھ تشریف لائے تو ان میں حضرت علی بھی شامل تھے۔ رمضان ۱۰ھ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو یمن بھیجا جہاں حضرت علی کی مساعی سے سارا قبیلہ ایک ہی دن میں حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔ یمن سے حضرت علی سیدھے مکہ مکرمہ تشریف لائے اور جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع میں شریک ہوئے۔ حجۃ الوداع سے واپسی میں رابغ کے قریب غدیر خم میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے مجمع عام میں ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' کا اعلان فرما کر حضرت مولائے کائنات علیہ السلام کے مناقب وفضائل کو دوچند فرمادیا۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، حضرت سیدنا عمر بن خطاب اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی بالترتیب خلافت کے بعد حضرت سیدنا مولائے کائنات علی مرتضی علیہ السلام ۳۶ھ میں مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ مقرر ہوئے اور چار سال نو ماہ کی مدت تک کاروبار خلافت کو انجام دیتے ہوئے ۱۷ر رمضان ۴۰ھ کو نماز فجر کی امامت کرتے ہوئے ابن ملجم کے ہاتھوں ضرب شمشیر سے شدید طور پر زخمی ہوئے اور بالآخر ۲۱ر رمضان کو جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کو وصال کے بعد جب دفن کیا گیا تو ان کی وصیت کے مطابق ان کی قبر کو پوشیدہ رکھا گیا اور صرف حضرت امام حسن و امام حسین علیہما السلام محمد بن حنفیہ اور عبداللہ بن جعفر اور خاندان کے وہ افراد جو دفن میں شریک تھے اس سے واقف تھے کہ حضرت مولائے کائنات کو کوفہ کی پشت پر دفن کیا گیا ہے۔ دراصل قبر کو مخفی رکھنے کے پیچھے خوارج کے فتنوں سے اجتناب مقصد تھا کہ کہیں دفن کے بعد خوارج قبر کھول کر بے حرمتی نہ کریں۔ سقوط بنی امیہ اور خوارج کی

جمعیت میں افتراق کے بعد ہارون رشید عباسی کے عہد خلافت میں حضرت علی کا محل دفن ظاہر ہوا۔ قبر کو مخفی رکھنے کی مصلحت اور پیش بینی اس وقت درست ثابت ہوئی جب حجاج بن یوسف ثقفی کے عہد امارت میں حضرت علی کی قبر کی تلاش میں کوفہ میں تقریباً تین ہزار قبریں کھودی گئیں، لیکن معاندین کو ناکامی ہی ہاتھ لگی۔

بحارالانوار میں مرقوم شیعی روایت کے مطابق ہارون رشید کے عہد خلافت میں حضرت علی کے مرقد کے ظہور کا واقعہ یوں ہے کہ ایک دن ہارون رشید عبد اللہ بن حازم کے ساتھ شکار کھیلتے ہوئے نجف کی طرف جا نکلا اور اس نے وہاں ہرن دیکھے۔ چنانچہ شکاری باز اور تربیت یافتہ کتوں کو ان ہرنوں کے پیچھے دوڑایا۔ کچھ دیر تک بازوں اور کتوں نے ان ہرنوں کا پیچھا کیا لیکن ہرن بھاگ کر ایک تودے پر چڑھ گئے اور وہاں جا کر آرام کرنے لگے اور باز اور کتے ان کا پیچھا چھوڑ کر واپس چلے آئے۔ ہارون یہ منظر دیکھ کر تعجب میں پڑ گیا۔ اسی بیچ ہرن اس تودے سے نیچے اتر آئے تو باز اور کتے دوبارہ ان کی طرف جھپٹے لیکن پھر ہرن اس تودے پر چڑھ گئے اور باز و کتے لوٹ آئے۔ ایسا تین مرتبہ ہوا۔ ہارون انگشت بدنداں رہ گیا اور اس نے حکم دیا کہ کوفہ سے سب مسن اور معمر شخص کو بلایا جائے چنانچہ بنی اسد سے سب سے عمر دراز شخص حاضر ہوا اور ہارون نے اس سے واقعہ بیان کر کے اس تودے کی حقیقت جاننی چاہی تو اس بوڑھے نے بتایا کہ میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ یہ تودہ دراصل حضرت مولائے کائنات علی علیہ السلام کی قبر ہے اور اس طرح حضرت علی کے جائے مرقد پر لوگوں کو اطلاع ہوئی۔

اس واقعے کے بعد ۱۷۱ھ میں ہارون رشید نے پہلی بار مرقد علوی پر تعمیرات کا کام انجام دیا اور آستانے پر چار دروازے بنوائے اور قبر مبارک کو سنگ مرمر سے مزین کرایا اور ایک سرخ رنگ گنبد جس کا بالائی حصہ سبز تھا، تعمیر کرایا۔ اس کے بعد متعدد مرتبہ آستانۂ مبارک میں تعمیراتی کام ہوئے۔ پھر ۳۲۷ھ میں عضد الدولہ دیلمی نے حرم علوی میں تعمیراتی اضافے کیے اور آستانہ کی پرشکوہ و باعظمت تعمیر کرائی۔ آل بویہ کے سلاطین اور وزراء نے حرم علوی کی تعمیر و تزئین کی طرف خوب خوب توجہ کی۔ عضد الدولہ نے آستانہ عالیہ کے ساتھ ساتھ شہر نجف کو بھی آباد کیا اور آستانے کے لیے خدمت گزاروں کو مقرر کیا اور بہت سی جائداد آستانے کے انتظام و انصرام کے لیے وقف کیں۔ ابن بطوطہ نے ۷۲۷ھ میں نجف کی سیاحت کی تھی اور اپنی الرحلہ میں حرم علوی کی تفصیلات بیان کی ہیں اور حرم کی تزئین و آرائش اور عمارتوں کا نقشہ کھینچا ہے۔ ۷۵۵ھ میں حرم علوی کے بعض حصوں میں آگ لگ گئی جس کے نتیجے میں دیواروں پر ساج کی لکڑیوں سے جو کام ہوا تھا اور حریری پردے اور دیگر نفیس اشیاء کو زبردست نقصان پہنچا۔ پھر ۷۶۰ھ میں آستانۂ علوی کی دوبارہ تعمیر و مرمت کا کام ہوا۔ حرم کا کتاب خانہ بھی اس آگ سے نہ بچ سکا اور پوری طرح جل کر راکھ ہو گیا۔ اسی آگ میں ہرن کی کھال پر لکھا ہوا تین جلدوں پر مشتمل وہ قرآن پاک بھی جل گیا جس کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ یہ حضرت علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے البتہ اس کی ایک جلد کے صرف حاشیے جلے بقیہ حصہ محفوظ رہا۔ موجودہ حرم علوی کی عمارت وہی آل بویہ کی تعمیر ہے البتہ صفویوں کے عہد میں صحن کا اضافہ کیا گیا اور تزئین و آرائش کا کام

ہوا۔ ۹۱۴ھ میں شاہ اسماعیل صفوی نے جس کام کی ابتداء کی تھی وہ شاہ عباس صفوی کے عہد میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔شاہ اسماعیل نے آستانہ مبارکہ کو بہت سی قیمتی چیزیں ہدیہ کیں اور سارے محوطہ کو ریشمین مفروشات اور سنہری قندیلوں سے مزین کیا اور خاتم کاری کیے ہوئے چھ صندوق رکھوائے۔ ۱۱۵۶ھ میں نادرشاہ نے بھی حرم علوی کی تزئین وآرائش کی طرف توجہ کی اور گنبد نیز دیواروں کو سونے سے مزین کیا۔آستانے کا گنبد عضدالدولہ کے زمانے میں سفید تھا،صفویوں کے زمانے میں سبز کیا گیا اور نادرشاہ کے زمانے میں طلائی بنایا گیا۔نادرشاہ نے حرم اور صحن کی کاشی کاری کی طرف بھی توجہ کی جواب تک باقی ہے۔قاچاریوں کے عہد حکومت میں بھی برابر آستانہ مبارکہ کی تزئین وآرائش کا کام ہوتا رہا۔آغا محمد خان قاچار نے ۱۲۱۱ھ میں قبر مبارک پر چاندی کی ضریح نصب کرائی۔ ۱۲۳۵ھ میں فتح علی شاہ قاچار نے بھی عمارت میں طلائی آرائشیں کیں۔آستانے کی موجودہ تعمیرات اور آئینہ کاری کا کام ۱۳۰۷ھ تک ہوتا رہا ہے۔قبر مبارک پر ساج کی لکڑی کا خاتم کاری کیا ہوا نفیس وبیش قیمت صندوق جو شاہ اسمٰعیل صفوی کا نصب کردہ ہے،باقی ہے۔اور اس کے گرداگرد سورۂ دھر عاج سے کندہ ہے۔ضریح مبارک ساڑھے دس ہزار مثقال خالص سونے اور دو ملین مثقال چاندی سے بنائی گئی ہے۔روضہ کا گنبد اندر سے نیم دائرہ کی شکل میں معرق کاشی کاری سے مزین ہے اور باہر سے پیازی شکل ہے اور اس کا ارتفاع بیرونی ۱۸ء۱۵ میٹر اور قطر ۱۶ء۶ میٹر ہے۔گنبد میں ہوا اور روشنی کے لیے بارہ دریچے ہیں اور گنبد کے ساقہ پر خط ثلث میں سورۂ فجر اور سورۂ نبا کندہ ہیں۔

۲۱رجولائی کی حاضری کے بعد ہوٹل آکر ہم لوگوں نے ناشتہ کیا اور کوفہ کے مقامات کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے جو نجف سے تقریباً دس کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے اور صوبہ نجف کا ایک شہر ہے۔بغداد سے شہر کوفہ کا فاصلہ تقریباً ایک سو ستر کلو میٹر ہے۔شہر کوفہ حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ علیہ السلام کا پایہ تخت تھا اور دریائے فرات کے مغربی کنارے پر اور بابل کے کھنڈرات کے جنوب میں واقع ہے۔جنگ قادسیہ کے بعد خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حکم سے عربوں نے یہاں ایک مضبوط اور دفاعی اعتبار سے مستحکم چھاؤنی تعمیر کی۔کوفہ کی بنیاد حضرت سعد بن ابی وقاص نے بعض مورخین کی رائے کے بموجب ۱۷ھ مطابق ۶۳۸ء میں رکھی تھی۔شہر کوفہ میں بہت سے مقامات زیارت واہمیت ہیں۔ان مقامات میں مسجد کوفہ سب سے اہم ہے اور دنیا کی قدیم ترین مسجدوں میں سے ایک ہے۔یہیں حضرت مسلم بن عقیل،ہانی بن عروہ کے مزارات اور مختار ثقفی کی قبر واقع ہے۔مسجد کوفہ کے علاوہ یہیں حضرت زید بن علی معروف بہ زید شہید کا مقبرہ بھی ہے۔کوفہ میں ہی مسجد حنانہ ہے جس کے بارے میں یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت سیدنا امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کی پوست جو شہادت کے بعد الگ ہوگئی تھی،مدفون ہے۔اس کے علاوہ ''بیت علی'' بھی کوفہ کی مسجد جامع کے قریب واقع ہے اور کمیل ابن زیاد اور میثم تمار کے مقبرے بھی یہیں واقع ہیں۔بہر حال ہم لوگ سب سے پہلے حضرت زید شہید رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کے لیے پہنچے جو ایک خوبصورت عمارت میں نیلگوں گنبد کے نیچے مرجع خلائق ہے۔

حضرت زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم :

حضرت زید شہید، حضرت سیدنا امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت سیدنا امام زین العابدین کے صاحبزادے ہیں۔ وہ فاطمی وعلوی خانوادے کے جید عالم دین، جوان مجاہد اور فرقہ زیدیہ کے امام ہیں۔ حضرت زید بن علی کے سال ولادت میں اختلاف ہے لیکن جس قول پر زیادہ علما کا اتفاق ہے وہ ۸۰ھ ہے۔ چنانچہ حضرت زید ۸۰ھ میں مدینہ منورہ میں متولد ہوئے۔ انہوں نے سیدنا امام زین العابدین جیسے والد اور امام محمد باقر جیسے بھائی نیز دوسرے جلیل القدر افراد خاندان کی آغوش شفقت وسایہ رحمت میں تربیت پائی۔ پاکیزہ وعلمی ماحول، ذاتی ذہانت، فطری رجحان اور علو فطرت نے حضرت زید کے فکر ونظر کو خوب خوب جلا بخشی۔ حضرت زید کو بچپن سے ہی قرآن مجید سے غیر معمولی شغف تھا، اس لیے ''حلیف القرآن'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ تدبر فی القرآن کی وجہ سے ان میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور قرآنی نظام فکر وعمل کا جذبہ پیدا ہوا جسے عام کرنے کے لیے انہوں نے وعظ کہے۔ مدینہ سے دمشق گئے اور قید میں بھی یہ سلسلہ جاری رکھا۔ ابوغسان ازدی کے بیان کے مطابق ہشام نے حضرت زید بن علی کو پانچ مہینے تک قید میں رکھا اور وہ وہاں سورۃ الحمد اور سورۃ البقرۃ کی تفسیر بیان فرماتے تھے۔ ازدی کے بیان کے مطابق اس زمانے میں ان کے جیسا عالم قرآن نہیں تھا۔ ناسخ ومنسوخ اور متشابہات میں حضرت زید بن علی کو سب سے بڑا عالم تصور کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ فقہ میں ان کے معاصرین ان سے مستفید ہوتے تھے اور بلا اختلاف ان کی حیثیت کو تسلیم کرتے تھے۔

حضرت زید عبادت میں خشوع وخضوع کی وجہ سے بے ہوش ہوجاتے۔ شب وروز نمازوں، طویل سجدوں میں بسر ہوتے اور بکثرت روزے رکھتے تھے۔ ایک دن بیچ روزہ رکھنا ان کا معمول تھا۔ سخاوت، خودداری، بلند ہمتی اور حق گوئی اور خطابت وادب وبلاغت ان کی سرشت میں شامل تھیں۔

حضرت زید ابھی پینتیس چالیس سال کے درمیان تھے کہ حالات بدلے۔ حکومت نے ان پر اتہام لگا کر انہیں شام بھیجا اور ہشام بن عبد الملک نے جابرانہ رخ اختیار کرتے ہوئے انہیں قید میں ڈال دیا۔ پھر ان کو کوفہ بھیج دیا گیا اور وہ وہیں رہے۔ والی کوفہ یوسف ابن عمر نے ان کے ارد گرد جاسوس تعینات کر دیئے، ان کے حامیوں کو تشدد کا نشانہ بنایا لیکن ان کے پیروکاروں کی حفاظت کی وجہ سے حکومت ان کا سراغ نہ لگا سکی۔ بالآخر صفر ۱۲۲ھ میں حکومت کی فوج سے ان کا مقابلہ ہوا۔ دو دنوں تک میدان کارزار گرم رہا۔ جنگ کے دوسرے دن حضرت زید تیر کھا کر زخمی ہوئے اور زخموں کی تاب نہ لا کر شہید ہوئے۔

حضرت زید شہید کے مرقد مبارک کے داخلی دروازے پر نیلگوں کاشیکاری پر زیارت کا جو سلام کندہ ہے، وہ اس طرح ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زیارۃ الشھید زید بن علی (ع)

السلام علی رسول اللہ خاتم الانبیاء والمرسلین ۔ السلام علی امیر المؤمنین علی بن ابی طالب (ع) السلام علی فاطمۃ الزھرا (ع)۔ السلام علی سیدی شباب اھل الجنۃ الحسن والحسین (ع)۔ السلام علی الائمۃ المعصومین من ذریۃ الحسین (ع)۔ السلام علیک ایھا الزکی الشھید الولی۔ السلام علیک یا زید بن علی۔ اشھد انک قد جاھدت فی سبیل ربک صابراً محتسباً لم تأخذک فی اللہ لومۃ لائم فی نصرۃ شرع جدک المصطفی فاعلنت الدعوۃ و حاربت الفجرۃ۔ السلام علی من سمّاہ رسول اللہ زیداً قبل ولادۃ ابیہ زین العابدین و بکی لاجلہ ۔ السلام علی من قال فیہ الصادق عمی زیداً کان مومناً و عالماً وصدوقا مضی ھو واصحابہ شھیداً کالشھداء مع امیر المؤمنین (ع)۔ فصلوات اللہ علی روحک الطاھرہ۔ السلام علی من اصیب بالسھم فی جبھتہ فکانت فیہ شھادتہ۔ السلام علی راسک المصلوب بالشام و فی مدینۃ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ۔ السلام علی جسدک المصلوب بالکوفۃ اربعۃ سنین و قد ظھرت من البراھین۔ السلام علی من قال فی حقہ الامام الصادق(ع) ان الباکی علی عمی زید فی الجنۃ والشامت بقتلہ شریک بدمہ اتیتک یا مولای عارفاً بجھادک و حرمتک و منزلتک عنداللہ موماً بما دعوت الیہ محارباً لمن نصب العداوۃ لاھل البیت (ع)۔ اللھم العن قتلۃ امیر المومنین (ع) و ابنہ الحسن (ع) والعن الاصابۃ التی قاتلت الحسین والعن قتلۃ الائمۃ المعصومین والعن قتلۃ زید بن علی و اخزھم یوم النشور واصلھم حرّ نارک ولا تغفر لھم ابداً۔ یا مولای انی وقفت فی مقامی ھذا ابغی رضا اللہ تعالی بموالاتی لکم و التوفیق لما دعوتم الیہ فکن لی شفیعاً عند اللہ یا وجیھاً عند اللہ۔ اللھم اتوسل الیک بحق محمد (ص) و بنتہ الصدیقۃ الزھرا (ع) و وصیہ المرتضی و ابنائہ المعصومین و بحق ولیک زید بن علی (ع)۔ ان تصل علی محمد و آل محمد و ان تکشف کربی و نقضی حاجتی ولا تخیب سعیی ورجائی من شفاعۃ الائمۃ الطاھرین انک ارحم الراحمین وصلی اللہ علی محمد و الہ الطاھرین ۔ اللھم صلی علی محمد و آل محمد ولا تدع لی یا ربی فی ھذا المکان المکرم والمشرف المعظم ذنباً الا غفرتہ ولا ھماً الا فرجتہ ولا غماً الا کشفتہ ولا رزقاً الا بسطتہ ولا عیباً الا سترتہ ولا مرضاً الا شفیتہ ولا شملاً الا جمعتہ ولا غائباً الا ادنیتہ ولا حاجۃ من حوائج الدنیا الا قضیتھا و یسرتھا برحمتک یا ارحم الراحمین۔ اللھم صلی علی محمد و آل محمد۔

مرقد میں داخلے کے دروازے پر ایرانی طرز کی نیلگوں کاشیکاری میں ہی یہ عربی اشعار حضرت زید شہید کی مدح میں

علی المظفر نام کے کسی شاعر کے کندہ ہیں جو عیناً ہدیہ قارئین ہیں:

من وحی الشھادۃ

انت صنوالحسین فی التضحیات ❁ و حلیف القرآن والمکرمات
زید یا شعلة من النور تبقی ❁ من زمان مضی لا خرات
تکشف الدرب للمجموع و تھدی ❁ بسناھا لأنبل الغایات
یا شھیدا ورثت نھج الشھید ❁ السبط یوم الطفوف ضد الطغاۃ
انت وحی من الشھادۃ یوحیٰ ❁ لضمیر مھذب الخطوات
ھو مشکاۃ امة لیس تشکو ❁ من ظلام و انت فی المشکاۃ
قتلوا السبط فی الطفوف ولما ❁ قام ینھی الوریٰ عن المنکرات
وحکی جدہ الذی لیس یرضیٰ ❁ ذلة العیش دون عزالممات
فانتضیٰ زید صارما علویا ❁ وھو فی الحرب معلم الوثبات
ودعا للرضا من الآل لم یدع ❁ الی نفسه ینکران ذات
و حسینیة به فعلوھا ❁ اھل کوفان دون اخذ العظات
فبقی مثل جدہ لامعین ❁ وکذا الدھر دائمه العثرات
نبت السھم والمنون رمشه ❁ بجبین علیه ختم الصلاۃ
ھو والروح منه قد نزعا ❁ فی اللیل والدفن تحت ماء الفرات
...نفسی بایّ حق و شرع ❁ نبشوا القبر قبر ثانی الاباۃ
صلبوہ والراس للشام یھدی ❁ وبقی الجسم فوق جذع الجناۃ
ثم بعد السنین انزل حق ❁ یحرقوہ خوف انتصار الرفات
جھلوا انما صلیت لتبقی ❁ کعبة المجد شامخ العرصات
والشھید الا بی من ساعة ❁ استشھادہ عندہ ابتداء الحیاۃ
یا قتیل العراق انت لسان الباقر ❁ العلم انت و مزالتقاۃ
انت برکان ثوّرۃ وانفجار ❁ یوقظ الفکر من طویل السبات
حیث اعطیت بسطة العلم ❁ والایمان اعطیت ارفع الدرجات
لست احتاج بعد ان ظھرت لی ❁ منك ایات جمة للصفات
ان توسیع مشھد انت فیه ❁ صاغ للناس اعظم الایات

ولقد جئت والوسیلة ترجی ❁ لقضاء العسیر من حاجاتی
و مرادی بدا تکون شفیعی ❁ تبدل السیئات بالحسنات
نحن نبکی علیك یا زید والباکی ❁ علی زید و ارد الجنات
ایها الثائر الابی عذر حبیب ❁ لك شعری و هذه نفحاتی
فتقبل من المظفر واشفع ❁ یا بن خیر الاباء والامهات

ایسی ہی ایرانی طرز کی کاشی کاری پر حضرت زید شہید کے سوانحی حالات مرقد کے اطراف کے ایک شبستان میں دیوار پر نصب ہیں جس کی عیناً نقل ذیل میں پیش ہے:

زید الشهید علیه السلام

هو زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیهم السلام و یکنیٰ بالحسین، امه ام الولد اختارها۔ المختار بن عبید الثقفی لعلی بن الحسین حیث قال لا ادری احدا احق بها من علی بن الحسین فولدت له زیدا و عمر وخدیجة، واسمها حوراء وجآء فی غایة الاختصار بانه جیدا۔

ولادته سنة ۷۸ھ وقیل سنة ۷۰ھ فی مدینة الرسول، ولما بشر به ابوه الامام زین العابدین اخذ القرآن الکریم (ووضعه فی حجره و فتحه) فخرجت الأیة الکریمة "إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ" فطبقه وفتحه فخرجت الأیة "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْن" طبق المصحف ثم فتحه فخرجت الأیة الکریمة "وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ" ...الامام وقال اعتریت عن هذا المولود وانه من الشهداء، فقد نبا الامام بشهادته واحاط اصحابه علما بها۔

ماقیل بحقه: عن جابر عن ابی جعفر قال، قال رسول الله یا حسین! یخرج من صلبك رجل یقال له زید یتخطی هو و اصحابه یوم القیامة رقاب الناس غرا محجلین یدخلون الجنة بغیر حساب۔ قال رسول الله یقتل رجل من اهل بیتی فیصلب لا تری الجنة عین رات عورته۔ وعن ابی حاتم الرازی عن جریر بن حازم قال رایت النبی فی المنام وهو مستند الی جذع زید بن علی و هو مصلوب و هو یقول للناس اهکذا تفعلون بولدی۔ عن علی بن الحسین عن ابیه عن علی قال یخرج بظهر الکوفة رجل یقال له زید فی ابهة الملك لا یسبقه الاولون ولا یدرکه الآخرون الا من عمل بمثل عمله یخرج یوم القیامة هو واصحابه معهم الطوامیر او شبه الطوامیر حتیٰ یتخطوا اعناق الخلائق، تتلقاهم الملائکة فیقولون هولاء خلف الخلف ودعاء الحق و یستقبلهم رسول الله فیقول یا بنی قد عملتم ما امرتم به فادخلوا الجنة بغیر حساب۔

دعا الامام السجاد ذات مرة زيدا فكبا لوجهه فانشج و جعل يمسح الدم عن وجهه و يقول : اعيذك بالله ان تكون زيداً المصلوب با لكناسة من نظر الى عورته متعمدا صلى الله وجهه بالنار۔

عن يحیٰ بن مساور عن ابی الجارود قال قدمت المدينة فجعلت كلما سالت عن زيد بن على قيل لی ذاك حليف القرآن۔عن على بن العباس عن محمد بن فرات قال رايت زيد بن على يوم السبخة وعلى راسه سحابة صفرآء تظله من الشمس....

قال ابو حنيفة شاهدت زيد بن على كما شاهدت اهله فما رايت فی زمانه افقه منه ولا اسرع جوابا و لا ابين قولا۔ قال سفيان الثورى كان زيد اعلم خلق الله كتاب الله والله قام مقام الحسين بن على۔ وكان الشعبى...ان تلد النساء مثل زيد فی الفقه والعلم۔

علومه: نشأ زيد فی بيت النبوة والامامة... الحكمة...الام على بن ابی طالب باب مدينة العلم...واخاه الامام الباقر الذی هو خليفة ابيه و وصيه و وارث علومه و من الطبعی ان لهذا الصحبة اثرا فعالا فی سلوكه و تكوين شخصيته فقد كان فی...طهرهم الله من الرجس فقد حفظ القرآن الكريم فی المراحل الاولیٰ من دراسته واتجه بعدالقرآن الى الحديث و اصبح بعد فترة فقيها واسع العلم و المعرفة،ياخذ بكتاب الله و سنة رسوله ويروى الحديث لغيره، و توفی الامام زين العابدين و هو فی الرابعة عشر من عمره...اخوه الامام الباقر يتعهده و يزوده بالكثير من الفقه و الحديث حتى اصبح من مشاهير علماء عصره و مرجعا لترويج العلم و الحديث و التفسير فی المدينة و غيرها۔ وقد سال جابر الامام الباقر عن زيد فاجابه اسالتنی عن رجل مليى ايمانا و علما من اطراف شعره الیٰ قدمه۔

وقد تحدث زيد سعة علومه و معارفه حين اعد نفسه...الامة والثورة على الحكم الاموى حيث قال: والله ماخرجت و لا قمت مقامی هذا حتیٰ قرات القرآن وايقنت الفرائض و احكمت السنة والآداب و عرفت التاويل كما عرفت التنزيل و فهمت الناسخ والمنسوخ والمحكم و المتشابه والخاص و العام وما تحتاج اليها الامة فی دينها مما لا بد لها منه ولا غنى عنه...

نقش خاتمه: فی الخطط المقريزية، ج ۴ ص:۳۰۷ كان نقش خاتمه "اصبر توجر اصدق تنج"۔

ثورته الكبریٰ: لقد ثار زيد على الحكم الاموى بوحی من عقيدته التی تمثل روح الاسلام و هديه فقد رای باطلا يحیٰ و صادقا...واستبدادا بامور المسلمين ورای حكام بنی امية لم يبقوا لله حرمة الا انتهكوها فخرج داعيا الى الله و طالبا بالحق،خرج و قد امتثلت نفسه حماسا و عزما

على اعلان الثورة الحسينية وكان بحق يطلب الرضا لاهل البيت و يطالب بكرامة الناس بكرامة الناس،وقد اعلن زيد شرارة الثورة بكلمة الخالدة التى اصبحت شعارا للثوار و نشيدا لهم على الخوض فى ميادين الكفاح و الجهاد ضد الظلم و الجور قائلا: ما كره القوم حق السيوف ذلوا" يقول الرواة انه لما عزم على الخروج جاء ه جابر بن يزيد الجعفى فقاله انى سمعت اخاك جعفر يقول: ان اخى زيد بن على خارج و مقتول و هو على الحق والويل لمن حاربه و الويل لمن يقتله، فقال له زيد يا جابر! لم يسعن ان اسكت و قد خولف كتاب الله تعالىٰ...والطاغوت۔

استشهاده: فى معركة الحق الذى تشده زيد ضد الباطل الاموى و تحت جنح الليل رمى زيد بسهم غادر اصاب جبهته و وصل الى دماغه الشريف وحلت...باصحابه و هاموا فى ثيارات منهلة من الاسى و الحزن و طلبوا له الطبيب فانتزع منه السهم من فوره و ذلك من يوم الجمعة الثالث من صفر اثنان و عشرون و مائة ۱۲۲ھ، قام اصحابه فى مواراته فى نهر هناك فقطعوا ماء ه و حفروا فيه قبره وتواروا الجسد الظاهر فيه ثم اجروا الماء، وكان مع اصحاب زيد احد عيون السلطة يراقب تحركاتهم فبادر مسرعا الى الكوفة و اخبر حاكمها بموضع الدفن فامر بنبش القبر و اخراجه منه و حمل الى قصر الكوفة و امر ابصلبه منكوسا فى سوق الكناسة بعد احتزاز راسه الشريف حيث ارسل هديه الى هشام بن عبد الملك فامر بنصب الراس الشريف على باب دمشق ثم ارسل الى المدينة عند قبر النبى يوما و ليلة ثم ارسله الى مصر حقدا عليه...الخوف و الارهاب بين الناس و كتب هشام بن عبد الملك الى يوسف بن عمر حاكم الكوفة...و ولى من بعده الوليد بن يزيد كتب الى حاكم الكوفة يوسف بن عمر كتابا يامره باين ينزل الجثمان المقدس بالدار...الى الكوفة باحراق الجسد الظاهر و ذره فى الفرات و هو يقول: والله يا اهل كوفة لادعنكم تاكلونه فى طعامكم و تشربونه فى ماء كم۔ فرحم الله زيد الشهيد الذى احيا ثورة جده الحسين بعد ان اجهدوا بنو امية انفسهم باطفاء نورها التى ارادلها الله جل وعلا بان لاتطفىٰ۔

حضرت زید شہید کے مرقد کی حاضری کے بعد ہم لوگ مسجد کوفہ پہنچے۔

—(جاری)

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

دسویں قسط

منزل جاناں پہ تو پہنچا بہ صد مشکل سہی

(چند دن دیارحرم میں)

● وارث ریاضی—— کاشانۂ ادب، سکٹا دیوراج، بسوریا، مغربی چمپارن

ناچیز کی طرف سے مولانا محمد فاروق صاحب نے جمرۂ عقبہ کی رمی کردی، مولانا محمد فاروق صاحب جمرۂ عقبہ کی رمی کرکے واپس آئے تو ناچیز نے ذکی احمد صاحب (سہرسہ، جن کو ناچیز نے اپنی طرف سے قربانی کرانے کا مجاز بنادیا تھا) سے موبائل کے ذریعے سے رابطہ کرکے بتایا کہ جمرۂ عقبہ کی رمی کرلی گئی، اس لیے آپ قربانی کرادیجیے، انہوں نے جب اطلاع دی کہ قربانی کا خصی ذبح کردیا گیا تو ناچیز نے حلق کراکے جامعہ احرام کو اتاردیا۔

حلق کرانے کے بعد کچھ تو شدید تھکاوٹ اور کچھ شدید ہجوم کے باعث ناچیز طواف زیارت نہیں کرسکا، حالاں کہ دسویں ذی الحجہ کو طواف زیارت کرنا افضل ہے۔

وقوف عرفہ کے بعد حج کا اہم رکن طواف زیارت ہے، اگر دسویں ذی الحجہ کو جمرۂ عقبیٰ کی رمی اور قربانی اور حلق یا قصر کرانے کے بعد موقع مل جائے تو اسی روز طواف زیارت کرنا افضل ہے، بصورت دیگر گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ تک طواف زیارت کو موخر کیا جاسکتا ہے، لیکن بارہویں تاریخ کو غروب آفتاب سے پہلے پہلے کرلے تو جائز ہے، اگر بارہویں ذی الحجہ گزرگیا اور طواف زیارت نہیں کیا تو تاخیر کی وجہ سے اس پر دم واجب ہوگا اور طواف زیارت بھی فرض رہے گا، یہ طواف نہ فوت ہوتا ہے اور نہ بدل دے کرادا ہوسکتا ہے، بلکہ آخر عمر تک فرض رہتا ہے، جب تک اس کو ادا نہیں کرے گا، حج ادا نہیں ہوگا اور نہ بیوی سے مباشرت جائز رہے گی اور نہ بوس وکنار—— (۱۴۲)

گیارہویں ذی الحجہ یعنی حج کے چوتھے دن، صبح ناشتے کے بعد ناچیز مولانا محمد فاروق صاحب کے ساتھ طواف زیارت کے لیے مسجد حرام پہنچا تو ’’خانۂ کعبہ‘‘ کے جمال جہاں آرا کا حسین منظر دیکھ کر پُرشوق نگاہیں فرط مسرت میں وجد کرنے لگیں اور

انوار الٰہی کے جلووں کو ’دل‘ اپنے دامن عقیدت میں سمیٹنے لگا کہ آج حج کے آخری رکن، طواف زیارت کے ادا کرنے کا دن ہے، آج عمر بھر کی آرزوؤں کی تکمیل کا دن ہے، بے ساختہ لبوں پر یہ اشعار رقص کرنے لگے:

رنگ و بو تک تجھے دیکھوں کہ خزاں تک دیکھوں ❁ میں ترا حسن جو دیکھوں تو کہاں تک دیکھوں
اپنے ماحول میں دیکھوں کہ ستاروں سے ادھر ❁ تو ہی تو مجھ کو نظر آئے جہاں تک دیکھوں
آج تک تجھ کو جو دیکھا تو یقیں تک دیکھا ❁ اب تمنا ہے کہ میں تجھ کو گماں تک دیکھوں
صبح کا نور، شفق شام کی ظلمت شب کی ❁ میں ترے حسن کو سو رنگ کہاں تک دیکھوں
دل کی دنیا میں تو میں تجھ کو بہت ڈھونڈ چکا ❁ اب ترا حکم جہاں تک ہو، وہاں تک دیکھوں (۱۴۳)

—(جگن ناتھ آزاد)

طواف زیارت ادا کرنے کے جنون شوق میں ناچیز جناب مولانا محمد فاروق صاحب کے ساتھ مطاف کی طرف بڑھا، ہجوم شدید میں وہاں تک رسائی نہیں ہوئی، تو مطاف کی دوسری منزل پر پہنچا، وہاں بھی ہجوم ہی ہجوم تھا، مجبوراً ہم تیسری منزل پر گئے جہاں اوپر آسمان تھا اور نیچے چھت پر آفتاب اپنی تمازت بکھیر رہا تھا، ناچیز چلچلاتی دھوپ میں دائیں ہاتھ سے تنی ہوئی چھتری بائیں ہاتھ سے مولانا محمد فاروق صاحب کا بازو پکڑ کر طواف کرنے لگا، اس شدید دھوپ میں کبھی کبھی سکوں بخش ہواؤں کے خوشگوار جھونکے جسم کو ٹھنڈک پہنچا جاتے، اس طرح سات پھیرے مکمل ہو گئے، اس کے بعد مطاف کی دوسری منزل پر آ کر ایک گوشے میں دو رکعت نماز پڑھی، اور سعی کی دوسری منزل پر آ کر حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی سنت کی اتباع میں ہم صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگانے میں مصروف ہو گئے، سعی کے دوران میں وقفے وقفے سے آب زم زم سے اپنی پیاس بجھاتے رہے۔

صفا اور مروہ کے درمیان سات پھیرے لگانا دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ محترمہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی یادگار ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تو وہاں ایک بے آب وگیاہ مقام پر اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور اپنے شیرخوار بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لا کر چھوڑ دیا اور کچھ پانی اور کھجوریں دے کر واپس چلے گئے، جب پانی اور کھجور کا توشہ ختم ہو گیا، تو ماں بیٹے پیاس کی شدت سے بے تاب ہو گئے، اِدھر اُدھر نظر دوڑائی جب کوئی آدم زاد نظر نہیں آیا تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام صفا پہاڑی کی طرف گئیں اس پر چڑھ کر دیکھنے لگیں کہ کوئی نظر آجائے تو اس سے پانی طلب کریں، جب کوئی نظر نہیں آیا تو مروہ پہاڑی پر گئیں، مگر وہاں سے بھی کوئی نظر نہیں آیا، چناں چہ پریشان ہو کر وہ صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگاتی رہیں، ساتویں بار وہ مروہ پہاڑی پر گئیں تو انہیں شیرخوار بچے کی طرف سے ایک آواز سنائی دی، آ کر دیکھا کہ ایک فرشتہ نے زمین پر اپنے پر مارے اور فوراً اس مقام سے پانی ابلنے لگا، حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پانی پلایا اور خود بھی اپنی پیاس بجھائی— (۱۴۴)

مولانا عبد الماجد دریابادی نے لکھا ہے:

''......شیرخوار پیمبر زادہ نے جو تڑپ تڑپ کر پیر زمین پر پٹخے تو ایڑیوں کے نیچے سے زمین سے پانی کا ایک چشمہ جاری ہوگیا، حضرت ہاجرہ علیہا السلام سات پھیروں کے بعد مایوس واپس آئیں تو دیکھا صاجزادہ کے قدموں کے نیچے ایک چشمہ جاری ہے، آگے چل کر اور جوان ہو کر جس کے قدموں کے نیچے سارے عالم کی روحانی پیاس کی تسکین کے لیے فیض و ہدایت کا چشمہ جاری ہونے والا ہو، اگر بچپن میں مادی سیرابی کے سامان کا ظہور اس کے قدموں کی برکت سے ہوگیا ہو، تو کوئی عقل وقیاس اسے اپنے اوپر بار کیوں محسوس کرے؟ بہرحال حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے جو یہ ماجرا دیکھا تو باغ باغ ہوگئیں اور مٹی سے گھیر کر پانی کے لیے ایک کنویں کی شکل قائم کردی، اسی حالت میں زبان سے نکلا تھا ''زم زم'' جس کے معنیٰ ہیں: ٹھہر ٹھہر، بس اسی وقت سے اس کا نام زم زم پڑ گیا، مکہ کی آبادی اسی وقت سے قائم ہوئی، اس وقت تک شہر کے بجائے چٹیل میدان پڑا ہوا تھا، کچھ دنوں کے بعد کنواں پٹ گیا اور رفتہ رفتہ اہل مکہ اسے بھول گئے، جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا زمانہ قریب آیا، تو عبد المطلب کو خواب میں اس کنویں کا پتا بتایا گیا، اس وقت سے زم زم از سرِ نو دنیا کو سیراب کرنے لگا''۔۔۔(۱۴۵)

بہر طور ہم سعی سے فارغ ہو کر جب مطاف کی دوسری منزل کی طرف آئے تو اچانک ایک خاتون پر نظر پڑی جو پاکستانی تھیں، طواف کے دوران میں اپنے ساتھیوں سے بچھڑ کر مطاف کے کنارے غمگین کھڑی تھیں، مولانا محمد فاروق صاحب نے انہیں دیکھا تو ازراہ ہمدردی اس خاتون سے پوچھا: آپ کیوں غمگین اور پریشان نظر آرہی ہیں؟ اس خاتون نے بتایا کہ میں پاکستانی ہوں، سخت بھیڑ میں اپنے گارجین اور ساتھیوں سے بچھڑ گئی ہوں، سمجھ میں نہیں آتا کہ کدھر جاؤں اس خاتون سے بات ہو رہی تھی کہ ہمارے خیمے کے ایک رفیق انور کمال الدین غازی پوری صاحب (ریٹائر سینئر فارم مینجر مقیم پٹنہ بہار) ہمارے پاس آگئے، ان کو جب پاکستانی حجن صاحبہ کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے اس خاتون سے کہا کہ میں نے پاکستانی خیموں کو دیکھا ہے، آپ گھبرائیں نہیں، آپ ہمارے ساتھ رمی جمرات کے لیے چلیے، رمی سے فارغ ہو کر ان شاء اللہ ہم آپ کو بعافیت تمام آپ کے خیمے تک پہنچا دیں گے۔

ہم مسجد حرام سے باہر آئے، کرائے کی ایک ٹیکسی لی، وہ خاتون بھی ہمارے ساتھ ٹیکسی پر سوار ہوئیں اور ہم مقام جمرات کی طرف روانہ ہوئے، کوئی دو کیلومیٹر کے فاصلے پر ہم گئے ہوں گے کہ ایک موڑ پر ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی روک دی اور کہا کہ یہاں سے آگے ٹیکسی لے جانے کی اجازت نہیں ہے، ہم سب وہیں اتر گئے اور تقریباً آدھا کیلومیٹر پیدل چل کر مقام جمرات کے پاس پہنچے اور ہجوم کی وجہ سے اوپر کے حصے میں جا کر تینوں جمرات کی رمی کی۔

گیارہویں ذی الحجہ کی رمی اس ترتیب سے کرے کہ پہلے جمرہ ادنیٰ پر آ کر سات کنکریوں سے اسی طریقے سے رمی کرے، جس طرح دسویں تاریخ کو جمرہ عقبہ کی رمی کر چکا ہے، اس کی رمی سے فارغ ہونے کے بعد مجمع سے ہٹ کر قبلہ رخ ہو کر ہاتھ

اٹھائے اور دعا کرے، کم سے کم اتنی دیر ٹھہرنا سنت ہے، جتنی دیر میں بیس آیتیں پڑھی جاسکیں، اس وقفے میں تکبیر، تہلیل، استغفار اور درود شریف میں مشغول رہے، اپنے اور اپنے احباب واعزہ اور عام مسلمانوں کے لیے یہ بھی قبولیت دعا کا مقام ہے۔

اس کے بعد جمرہ وسطیٰ پر آئے اور اسی طرح سات کنکریاں، اس جمرے کی جڑ میں مارے، جس طرح پہلے کر چکا ہے، اور اس کے بعد مجمع سے ہٹ کر قبلے کی طرف رخ کر کے دعا اور استغفار میں کچھ دیر مشغول رہے، پھر جمرہ عقبہ پر آئے اور یہاں بھی حسب سابق سات کنکریوں سے رمی کرے اور اس کے بعد دعا کے لیے نہ ٹھہرے کہ یہاں دعا کرنا سنت سے ثابت نہیں (طواف زیارت کے بعد) آج کی تاریخ میں اتنا ہی کام تھا جو پورا ہوگیا، باقی اوقات اپنی جگہ پر منیٰ میں گزارے، ذکر اللہ، تلاوت اور دعا میں مشغول رہے، غفلتوں اور فضول کاموں میں وقت ضائع نہ کرے ـــ (۱۴۶)

درج بالا طریقے سے تینوں جمرات کی رمی کر کے مولانا محمد فاروق صاحب کے ساتھ ناچیز نے منیٰ میں اپنے خیمے میں آ کر ظہر کی نماز پڑھی، رمی جمرات کے بعد انور کمال الدین خاں صاحب کا ساتھ چھوٹ گیا تھا، بعد میں خاں صاحب سے ملاقات ہوئی، تو انہوں نے بتایا کہ پاکستانی خیموں کے احاطے میں لے جا کر انہوں نے پاکستانی خاتون کو ان کے خیمے میں پہنچا دیا، گمشدہ خاتون کے گارجین نے خاں صاحب کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔

طواف زیارت کے بعد ظہر کی نماز مکے میں ادا کرنی چاہیے، یا منیٰ میں، اس سلسلے میں مسلم شریف کی روایتوں میں تضاد ہے، ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے طواف افاضہ (طواف زیارت) کے بعد مکے میں ظہر کی نماز ادا فرمائی، لیکن مسلم شریف کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ طواف زیارت کے بعد منیٰ تشریف لائے اور وہاں آپ ﷺ نے ظہر کی نماز ادا کی، علامہ ابن ہمامؒ نے لکھا ہے کہ جب دو روایتیں باہم متضاد ہوں تو وہ ساقط ہو جاتی ہیں، ان سے کسی عمل کی مسنونیت ثابت نہیں ہوتی۔ (۱۴۷)

لہٰذا طواف زیارت کے بعد ظہر کی نماز (اپنی سہولت کے پیش نظر) حجاج، مسجد حرام میں پڑھیں یا منیٰ میں، ثواب میں کوئی فرق نہیں پڑے گا، کیوں کہ منیٰ حدود حرم میں ہے، اور حدود حرم میں جہاں بھی نماز پڑھی جائے اتنا ہی ثواب ملتا ہے، جتنا مسجد حرام میں پڑھنے سے ملتا ہے۔

بہر حال گیارہ ذی الحجہ کی رمی جمرات کے بعد ناچیز نے منیٰ ہی میں رات گزاری، بارہ ذی الحجہ حج کا پانچواں دن ہوتا ہے، اس تاریخ میں بھی اسی طرح جمرات کی رمی کی جائے گی، جس طرح گیارہ ذی الحجہ کو کی گئی تھی، ان دونوں تاریخوں میں چاروں ائمہ کرام کے نزدیک زوال آفتاب کے بعد رمی واجب ہے، زوال آفتاب سے پہلے کسی نے رمی کرلی اور زوال کے بعد اس کا اعادہ نہیں کیا، تو اس پر دم واجب ہے۔

بارہ ذی الحجہ کو جب ہم لوگ ناشتے سے فارغ ہوئے تو کچھ ہی دیر کے بعد زوال آفتاب سے پہلے یہ اعلان کیا گیا کہ حجاج اپنے اپنے خیموں سے نکلیں اور رمی جمرات کے لیے جائیں، اعلان کے تقریباً ۱۵ منٹ بعد خیموں کے گیٹ بند کئے جانے لگے،

ناچیز اور رفقائے حج کے ساتھ خیمے سے باہر نکل کر مین روڈ پر آ گئے، پھر آہستہ آہستہ مقام جمرات کی طرف بڑھنے لگے، ہم جیسے ہی جمرۂ اولیٰ کے پاس پہنچے زوال کا وقت ہو گیا لیکن ہمارے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی بہت سے حجاج کرام رمی کر رہے تھے۔

ظاہر ہے جن حجاج نے اس روز زوال سے پہلے رمی کر لی، مگر زوال کے بعد سے تیرہویں ذی الحجہ کی صبح صادق تک بارہویں ذی الحجہ کی رمی کا انہوں نے اعادہ نہیں کیا، تو ان کی رمی چھوٹ گئی اور ان پر دم واجب ہو گیا۔۔۔(۱۴۸)

خیموں کے نگراں اور اہل کار جو سعودی حکومت کی طرف سے متعین کئے گئے تھے، وہ حج کے مسائل اور رمی جمرات کے اوقات جواز سے واقف ہوتے، تو وہ حاجیوں کو زوال سے پہلے خیموں سے نکال کر گیٹ بند نہیں کرتے۔

سعودی حکومت کو حجاج کی رہنمائی کے لیے ایسے ارباب علم کو متعین کرنا چاہیے جو حج کے مسائل سے واقف ہوں اور وہ گاہے بہ گاہے حج کے اہم مسائل سے حجاج کو آگاہ کرتے رہیں، تا کہ جاہل حجاج کے حج کے ارکان وواجبات وغیرہ چھوٹ نہ جائیں۔

بارہ ذی الحجہ (۴؍ستمبر ۲۰۱۷ء) کو گیارہ ذی الحجہ کی طرح ہم نے تینوں جمرات کی رمی کی، پھر پیدل منیٰ میں اپنے خیمے میں آ کر دوپہر کا کھانا کھایا، ظہر کی نماز پڑھی، کچھ دیر تک آرام کیا، جب دھوپ کی شدت میں کمی آئی تو ہم اپنے خیمے سے نکل کر شارع عام پر آئے، وہاں کوئی سواری نہیں ملی تو ڈاکٹر فیاض احمد ایم ایس (جو E.N.T ڈاکٹر ہیں، پھلواری شریف پٹنہ میں ان کی کلینک ہے) کی رہنمائی میں منیٰ سے پیدل چل کر تقریباً دو گھنٹے میں ہم عزیزیہ میں اپنی قیام گاہ پر پہنچ گئے، عصر کی نماز ہم نے یہیں پڑھی۔

۱۲؍ذی الحجہ کو رمی جمرات کے بعد غروب آفتاب سے پہلے منیٰ سے روانہ ہو جانا چاہیے، غروب آفتاب کے بعد منیٰ سے مکہ روانہ ہونا مکروہ ہے، لیکن یہ کراہت اس وقت ہے جب سہولت کے ساتھ رمی سے فراغت حاصل ہو جائے، اگر بھیڑ کی وجہ سے غروب آفتاب کے بعد رات میں رمی سے فراغت ہو تو رات میں منیٰ سے روانہ ہونا مکروہ نہیں ہے۔۔۔(۱۴۹)

۱۲؍ذی الحجہ (۴؍ستمبر ۲۰۱۷ء) کو حج کے ارکان وواجبات وغیرہ سے فارغ ہو کر ناچیز عزیزیہ میں اپنی قیام گاہ پر پہنچا تو بے انتہا مسرت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بے انتہا فضل وکرم سے ناچیز جیسے ناتواں، روسیاہ، گنا ہگار اور کم سواد کو روضۃ النبی ﷺ کی زیارت اور فریضۂ حج ادا کرنے کی سعادت بخشی۔

روضۂ اطہر کے شوق زیارت اور فریضۂ حج کے ادا کرنے کی راہ میں ناچیز نے کیسی کیسی مشقتیں اٹھائیں؟ کتنے سخت مراحل اور صبر آزما حالات سے اسے گزرنا پڑا اور اندیشہ ہائے دور و دراز کی کس طرح کی مایوس کن کیفیات سے دو چار ہونے کی نوبت آئی؟ ان چیزوں کا علم رب کعبہ اور ناچیز روسیاہ کے سوا کسی کو نہیں:

کس کو معلوم کہ ہم حسن شناسانِ ازل
کتنے اوہام سے گزرے تو یقین تک پہنچے

۔۔۔(روشن صدیقی مرحوم)

کبھی کبھی ۷ ؍ذی الحجہ اور عموماً ۸ ؍ذی الحجہ کو ظہر سے قبل عازمین حج کو سعودی حکومت سرکاری بسوں کے ذریعہ مکہ مکرمہ سے منیٰ میں خیموں تک پہنچا دیتی ہے، جہاں سے ۸ ؍ذی الحجہ سے لے کر ۱۲ ؍ذی الحجہ تک حج کے جملہ ارکان اور واجبات وغیرہ ادا کیے جاتے ہیں، لیکن اختتام حج کے بعد حجاج کو منیٰ سے مکہ مکرمہ پہنچانے کے لیے سعودی حکومت سواریوں کا انتظام نہیں کرتی، جب کہ ستر لاکھ سے زائد حجاج کی سخت بھیڑ میں ادائے گیٔ حج کی راہ میں پیش آنے والی پریشانیوں سے تھکے ماندے حجاج کا منیٰ سے پیدل چل کر مکہ مکرمہ پہنچنا بڑا دشوار گزار مرحلہ ہوتا ہے، وہ بھی ایسی صورت میں کہ حاجیوں میں مریض بھی ہوتے ہیں اور ضعیف و ناتواں بھی، ایسے حالات میں سعودی حکومت کا سواریوں کا نظم نہ کرنا باعث حیرت بھی ہے اور قابل افسوس بھی، سعودی حکومت کو اس کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے، یہ ان کی ذمے داری بھی ہے اور اخلاقی فریضہ بھی۔

طواف وداع کے سوا حج کے جملہ ارکان اور واجبات وغیرہ ادا کرنے کے بعد ۱۲ ؍ذی الحجہ کو عصر کے بعد میں منیٰ سے عزیزیہ پہنچا لیکن حج کی محنت وریاضت کی وجہ سے میں بہت تھک چکا تھا، اس پر مستزاد ۱۷ ؍ذی الحجہ (۹ ؍ستمبر) کو طبیعت اس قدر خراب ہوگئی کہ مجھ کو ایمبولنس کے ذریعہ مکہ مکرمہ میں واقع ہندوستانی شفاخانے میں پہنچایا گیا، جہاں ڈاکٹروں نے معائنہ کے بعد خون اور پیشاب وغیرہ کی جانچ کروائی، رپورٹ آنے کے بعد دوائیں تجویز کردیں، دواؤں کے استعمال سے بہت جلد افاقہ ہوگیا۔

ہندوستانی حکومت کی طرف سے ہندوستانی حاجیوں کے علاج کے لیے عمدہ انتظام رہتا ہے، سعودی حکومت بھی مریض حاجیوں کے علاج میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی، مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں سعودی حکومت جا بہ جا عارضی شفاخانے بھی قائم کردیتی ہے، جہاں حاجیوں کا مفت علاج کیا جاتا ہے۔

طواف وداع:

مکہ مکرمہ کے باہر کے حجاج جب وطن کو روانہ ہونا چاہیں تو روانگی سے پہلے ان پر طواف وداع (جس کا دوسرا نام طواف صدر بھی ہے) واجب ہے، یہ حج کا آخری طواف ہے، اس طواف میں حج کی تینوں قسمیں برابر ہیں، یعنی حج بالمفرد، قارن اور تمتع ہر قسم کے حج کرنے والوں پر طواف وداع واجب ہے، البتہ یہ طواف، اہل حرم اور حدود میقات میں رہنے والوں پر واجب نہیں ہے۔ (۱۵۰)

۱۸ ؍ذی الحجہ (۱۰ ؍ستمبر ۲۰۱۷ء) کو کچھ نشاط طبع محسوس ہوئی تو ناچیز اپنے فاضل دوست جناب مولانا حافظ حبیب الرحمن قاسمی (مغربی چمپارن، بہار) کے ساتھ طواف وداع کرنے کے لیے مسجد حرام پہنچا۔

ناچیز جب مسجد حرام میں داخل ہوا تو خانۂ کعبہ پر نظر پڑتے ہی ایک مسرت آمیز غم کی کیفیت پیدا ہوگئی، حسرت تو اس بات پر کہ آج طواف وداع کا دن تھا اور حج اپنے تمام ارکان اور واجبات کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا تھا، اور غم اس بات کا کہ مکہ مکرمہ سے جدائی کے دن قریب آرہے تھے، یہاں سے جدا ہونے کے بعد پھر اس دیار مقدس کی زیارت نصیب ہوگی یا نہیں؟ دل غم گین تھا

اور آنکھیں اشک بار تھیں، پھر بھی ناچیز اللہ تعالیٰ کی رحمت بے کراں سے ناامید نہیں تھا، اللہ قادر ہے اور مسبب الاسباب بھی، وہ چاہے تو پھر اپنے گھر کی زیارت کرنے کی سبیل پیدا کرسکتا ہے، خوشی اور غم اور امید کی اس ملی جلی کیفیات میں بھیڑ کی وجہ سے دوسری منزل پر جاکر مولانا حبیب الرحمن صاحب کے ساتھ طواف کیا، پھر نیچے مطاف کے صحن کے ایک گوشے میں کھڑا ہوکر دو رکعت نماز پڑھی اور گریہ وزاری کے ساتھ خوب خوب دعائیں کیں، ہر طواف کے اختتام پر دو رکعت واجب نماز ادا کرنا مقام ابراہیمؑ کے پیچھے افضل ہے، لیکن اس بار بھی اس فضیلت سے محروم رہا، بہ ہر حال افسوس کرتا ہوا مولانا قاسمی صاحب کے ہم راہ عزیزیہ اپنی رہائش پر پہنچا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا لطف بے کراں اور رحمت بے حساب ہے کہ اس نے ناتوانی، بے بسی اور مرض کی حالت میں بھی مجھے حج ادا کرنے کی توفیق وسعادت بخشی لیکن اس حج کو اللہ تعالیٰ نے شرفِ قبولیت سے بھی نوازا، یہ بات تو خدائے علیم کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ہر چند کہ میں بہت بڑا روسیاہ، گناہ گار اور نافرمان بندۂ خدا ہوں، لیکن ستر لاکھ سے زائد حجاج کرام میں یقیناً اللہ تعالیٰ کے ایسے مخصوص اور صالح بندے ضرور ہوں گے، جن کے حج کو شرف قبولیت حاصل ہوا ہوگا، اس لیے مجھے پوری امید ہے کہ اللہ تعالیٰ جو بہت بڑا مہربان ہے وہ اپنے متقی اور صالح ومخلص حجاج کرام کے طفیل میں مجھ جیسے روسیاہ کے حج کو بھی شرف قبولیت سے نواز دے گا۔

پھر اس کی شانِ کریمی کے حوصلے دیکھے
گناہ گار یہ کہہ دے گناہ گار ہوں میں

حضرت مولانا عبد الماجد دریابادیؒ نے اپنے سفر حجاز میں ”عرفات نمبر: ۲“ کے زیر عنوان لکھا ہے:

”صوفیوں کے تذکروں میں آتا ہے کہ علی بن موفق ایک بہت قدیم بزرگ گزرے ہیں، حج کے لیے حاضر ہوئے، نویں شب میں منیٰ میں خواب دیکھا کہ دو فرشتے باہم گفتگو کر رہے ہیں، ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ اب کی کتنے حاجی آئے ہیں، جواب ملا کہ ۶؍لاکھ، پھر پوچھا کہ حج مقبول کتنوں کا ہے؟ جواب ملا ۶؍کا، چھ لاکھ میں کل چھ! ہول و دہشت سے آنکھ کھلی اور دل نے کہا کہ اپنا شمار ان چھ خوش نصیبوں میں تو بہ ہر حال نہیں ہوسکتا، معلوم ہوتا ہے یہ ساری محنت و مشقت بے کار ہی گئی، دسویں شب میں عرفات سے واپسی کے بعد پھر اس طرح خواب میں انہوں نے دونوں فرشتوں کو دیکھا، ایک نے پوچھا کہ حج مقبول کل چھ کا ہوا؟ دوسرے نے جواب دیا کہ ان چھ کے طفیل میں پورے چھ لاکھ کے حج قبول ہوگئے۔ العظمۃ للہ، ان نوازشوں اور سرفرازیوں کا کوئی ٹھکانہ ہے، ان رحمتوں اور نوازشوں کی کوئی حد وانتہا ہے؟

ان حکایتوں پر حیرت کیوں کیجئے، کیا روزمرہ آپ نہیں دیکھتے رہتے ہیں کہ غلہ کے انبار میں جو مٹی اور تنکے پڑ جاتے ہیں، وہ غلہ ہی کے حساب سے بکتے ہیں اور سونے میں گرد وغبار کے جو ذرات شامل ہوجاتے ہیں، وہ بھی سونے ہی کے ساتھ تلنے لگتے ہیں، کتا ایک نجس اور ناپاک جانور ہے، اصحاب کہف کے طفیل میں کہاں سے کہاں پہنچ گیا، پھر انسان تو بہ ہر حال انسان ہے اور عرفات میں حاضر ہوتا ہے، وہ آخر اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا نام لیوا تو ہوتا ہی ہے، اس سے بڑھ کر

بدنصیب اور کون ہوگا جو آج یہاں حاضری کے وقت بھی رسول پاک ﷺ کے اس ارشاد مبارک کو بھلا رکھے کہ:

اعظم الناس ذنبا من وقف بعرفة فظن الله لم یغفرله۔

ترجمہ : سب سے بڑا گناہ گار وہ ہے جو عرفات میں حاضر ہوا اور پھر بھی یہ خیال رکھے کہ اللہ نے اسے نہیں بخشا۔۔۔(۱۵۱)

درج بالا واقعہ اور رب کعبہ کے اس ارشاد:

قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۵۳﴾ (الزمر)

ترجمہ : کہہ دو: اے مرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر رکھی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، یقین جانو اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، یقیناً وہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

کے پیش نظر امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے گناہوں کو معاف کر کے میرا حج بھی قبول کر لیا ہوگا، کیوں کہ آیہ بالا میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ اگر کسی نے ساری زندگی گناہوں میں گزار دی اور مرنے سے پہلے توبہ کر لی اور گناہوں سے معافی مانگ لی تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کے تمام گناہ معاف کر دے گا۔

نہ ہو نومید، نومیدی زوال علم و عرفاں ہے
امید مرد مومن ہے خدا کے راز دانوں میں

۔۔۔(جاری)

مآخذ وحواشی :

(۱۴۲) مولانا مفتی محمد شفیعؒ، جواہر الفقہ جلد چہارم، زکریا بک ڈپو دیوبند، ص:۱۴۶۔

(۱۴۳) پروفیسر جگن ناتھ آزاد، نسیم حجاز، محروم میموریل سوسائٹی، نئی دہلی، ص:۵،۵۷۔

(۱۴۴) ڈاکٹر محمد الیاس عبد الغنی، تاریخ مکہ مکرمہ، مطابع الرشید، المدینۃ المنورۃ، ص:۸۳۔

(۱۴۵) مولانا عبد الماجد دریابادی، سفر حجاز، دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ص:۲۱۷،۲۱۸۔

(۱۴۶) مولانا مفتی محمد شفیعؒ، جواہر الفقہ جلد چہارم، زکریا بک ڈپو دیوبند، ص:۱۴۸۔

(۱۴۷) علامہ ابن الہمام، فتح القدیر، جلد ثالث، دار الفکر بیروت، ص:۱۴۱۔

(۱۴۸) مفتی شبیر احمد قاسمی، انوار مناسک، مکتبہ صوت القرآن دیوبند، ص:۴۷۷۔

(۱۴۹) حوالہ بالا، ص:۴۸۔

(۱۵۰) مولانا مفتی محمد شفیعؒ، جواہر الفقہ جلد چہارم زکریا بک ڈپو دیوبند، ص:۱۵۰

(۱۵۱) مولانا عبد الماجد دریابادیؒ، سفر حجاز، دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، ص:۲۵۵،۲۵۶

❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋

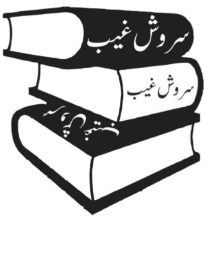

نقد وتبصرہ

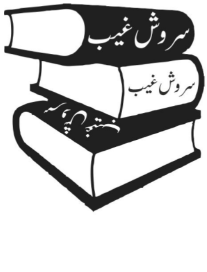

کتاب کانام	: سروش غیب	مؤلف	: التفات امجدی
ناشر	: دارالاشاعت خانقاہ امجدیہ سیوان	قیمت	: ۳۰۰/روپے
مبصر	: بدراحمد مجیبی		

جناب محترم التفات امجدی کی یہ دلکش کتاب ''سروش غیب'' فارسی واردو شعرا کے کلام کی تضمین پر مشتمل ہے۔ التفات امجدی نے ستر سے زیادہ نعتوں اور غزلوں پر کامیاب تضمین کی ہے۔ پندرہ فارسی شعرا کے کلام پر پینتیس (۳۵) تضمینیں ہیں اور اردو کے تیس شعرا کے کلام پر سینتیس (۳۷) تضمینیں ہیں۔ فارسی شعرا میں مولانا رومؒ، شیخ سعدی، صابر کلیری، فخرالدین عراقی، بوعلی قلندر پانی پتی، امیر خسرو، نصیر الدین چراغ دہلی، حافظ شیرازی، مولانا جامی، قدسی، شاہ نیاز بریلوی، ابوالحسن فرد پھلواروی، عزیز صفی پوری، تصدق علی اسد وغیرہ کی غزلوں اور نعتوں کی تضمین کی ہے۔ اردو شعرا میں میر دردؔ، مرزا رفیع سودا، میر تقی میر، مصحفی، انشاء، ابراہیم ذوق، غالب، مومن، داغ دہلوی، آسی غازی پوری، حالی، اکبر دانا پوری، شاد عظیم آبادی، اکبر الہ بادی، اقبال، حسرت موہانی، فانی بدایونی، جگر مرادآبادی، وغیرہ کے کلام پر تضمینیں ہیں۔

تقدیم حضرت مولانا شاہ ہلال احمد قادری علیہ الرحمۃ کے قلم سے ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ ان کا تحریر کردہ آخری مقدمہ ہوگا۔ التفات امجدی نے اس کتاب کا انتساب اپنے استاد اور مشہور شاعر وصوفی واہل قلم پروفیسر سید شاہ طلحہ رضوی برق سجادہ نشین خانقاہ چشتیہ نظامیہ داناپور کی طرف کیا ہے۔ حضرت برقؔ نے اس کتاب کی اشاعت کی تاریخ بھی کہی ہے۔

مولانا شاہ ہلال احمد قادری مقدمہ میں اس کتاب کے بارے میں بڑی متوازن رائے پیش کرتے ہیں۔

''تضمین نگاری تو پہلے بھی شعرا کرتے رہے ہیں مگر وہ جزوی تضمینیں ہیں، کسی مشہور غزل پر کسی نے کبھی تضمین کہہ دی۔ کبھی کسی ایک شعر پر تضمین کردی۔ تضمین نگاری کی طرف باقاعدہ ایک فن کی حیثیت سے توجہ نہیں دی گئی اگرچہ یہ ایک مستقل فن ہے، مگر حسب حال اور حسب ذوق ہی اس کا استعمال ہوتا رہا ہے۔ میرے علم میں یہ پہلا کام ہے جس میں تقریباً

ساٹھ سے زائد فارسی اور اردو کلام پر مکمل تضمین کی گئی ہے۔ تضمین کا انداز بتا رہا ہے کہ شاعر نے توجہ اور یکسوئی کے ساتھ تضمینیں لکھی ہیں اور نقائص سے پاک تضمین نگاری کی کامیاب سعی کی ہے۔ تضمین گوئی میں التفات کے کام کو تقدم حاصل ہے اور ان کو اس دور کے تضمین گو شعرا میں صف اول میں جگہ ملنی چاہئے۔"

التفات امجدی پیشہ کے اعتبار سے ڈاکٹر ہیں۔ سیوان (بہار) کی خانقاہ امجدیہ سے تعلق ہے۔ یہ خانقاہ حضرت سید شاہ امجد علی چشتی صابریؒ (متوفی ۱۳۲۸ھ) کی طرف منسوب ہے جو یوپی سے سیوان آکر ارشاد و ہدایت خلق میں مشغول ہوئے۔ وہ قدوسی صابری سلسلہ کے شیخ تھے۔ ان کے خلیفہ و تربیت یافتہ مولانا سید شاہ تصدق علی اسد علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۳۴۷ھ) تھے۔ ان ہی بزرگوں کے ذریعہ یہ خانقاہ قائم ہوئی۔ التفات امجدی شاہ تصدق علی اسدؒ کی اولاد میں ہیں۔

یہ دلنشیں تضمینیں ڈاکٹر التفات امجدی کے حسن ذوق اور اعلی معیار کا بین ثبوت ہیں۔ ان کا تعلق اہل تصوف خاندان سے ہے اور وہ بزرگان دین وصوفی شعرا سے متاثر ہیں اس لئے ان کے اس مجموعہ میں تصوف کی چاشنی اور بزرگان دین کے کلام پر تضمین زیادہ ہیں، اور یہ فطری بات ہے کیونکہ شاعر کا رجحان و ذوق اس کے کلام پر اثر انداز ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ التفات امجدی کی تضمینیں کامیاب ہیں اور وہ تضمین کا فن اچھی طرح جانتے ہیں اور اس پر دسترس رکھتے ہیں۔ ذیل میں ان کی تضمینات کے کچھ نمونے پیش کئے جارہے ہیں۔ مولانا رومؒ کی نعت کے ایک شعر پر اس طرح تضمین کرتے ہیں۔

ہر طرف گلشن کے پھولوں میں ہے تجھ سے رنگ و بو
طائر خوش لحن بھی کرتے ہیں تیری گفتگو
زندگی ہر شے میں پیدا تیرے صدقے چارسو
"مرحبا صل علی روشن جہاں از روئے تو ❁ خسرو شہر مدینہ، رونق کعبہ توئی"

سعدی کی ایک غزل کے دو شعر پر عمدہ تضمین ملاحظہ ہو۔

میں وفا کا خوگر ہوں وہ جفا کا ہے قائل
قطرہ قطرہ خوں کا وہ میرے ہوگیا سائل
دونوں کے تصور میں اختلاف ہے حائل
"من بخاک وخوں غلطاں، او بقتل من مائل ❁ عالمے تماشائی، حال مبتلا ایں است"

زخم دل کی خاطر میں کس سے چاہوں اب مرہم
وہ ہے قاتل عاشق، سوچتا ہوں یہ ہر دم
تشنہ لب، جگر سوزاں، دل میں ہیں ہزاروں غم

''من زلعل نوشینت خون دل ہمی نوشم ۞ قتل عاشقاں کردی دشت کربلا ایں است''
مشہور غزل ''نمی دانم کہ چوں آخر دم دیدار می رقصم'' کے ایک شعر پر تضمین ملاحظہ کریں۔

لہو سے میرے ہر دم کھیلتی ہے تیری چنگیزی
دکھاتی ہے زمانے کو وہ اپنی رنگ آمیزی
بہا کے خون ناحق بڑھتی ہے شمشیر کی تیزی

''تو آں قاتل کہ از بہر تماشا خون من ریزی ۞ من آں بسمل کہ زیر خنجر خوں خوار می رقصم''
فخر الدین عراقی کی غزل 'صنما! رہ قلندر سزد ار بمن نمائی'' کے مشہور شعر پر تضمین دیکھیں۔

تری بے وفائی رحمت، تری کج ادائی نعمت
کسی اور کو ملے کیوں ترے درد کی یہ دولت
کوئی اور کھائے کیسے ترے ناز کی جراحت

''نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت ۞ سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آز مائی''
خسرو کی مشہور نعت کے ایک شعر پر تضمین ملاحظہ کریں۔

تمامی انبیاء تھے اس انوکھی شان پر حیراں
چلا سوئے حریم ناز جب اللہ کا مہماں
فدا زلفوں پہ تھا کوئی، کوئی عارض پہ تھا قرباں

''رقیباں گوش برآواز، او درناز و من ترساں ۞ سخن گفتن چہ مشکل بود شب جائے کہ من بودم''
خسرو کی ایک دوسری غزل کے ایک شعر پر عمدہ تضمین ہے۔

بے سود عقل وفہم سب، دانشوری بھی بے اثر
دستار سر بھی گر پڑی، اور کھل گیا بند کمر
طاری ہوئی کچھ ایسی مستی ہو گیا وہ دربدر

''تا بر رخ زیبائے تو افتادہ زاہد را نظر ۞ تسبیح زہدش یک طرف، ماندہ مصلی یک طرف''
حافظؒ کے ایک شعر پر تضمین دیکھیں۔

شاید مرے لئے ہیں منزل کے راستے بند
گردش میں ہے ستارہ، کیسے رہوں میں خرسند
اس مسئلے کا حل کیا ڈھونڈے کہیں خردمند

''در کوئے نیک نامی مارا گزر ندادند ❁ گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را''

مولانا جامی کی نعت کے ایک شعر پر اچھی تضمین ہے۔

مری فریاد بھی سن لے فضائے عرش کے مہماں
عطا کر مجھ کو بھی ایسا شفاعت کا کوئی ساماں
کرم کر التفات امجدی پر محرم یزداں

''چوں بازوئے شفاعت را کشائی بر گنہگاراں ❁ مکن محروم جامی را دراں آں یا رسول اللہ''

ابوالحسن فرد پھلواروی کی نعت کے ایک شعر پر تضمین ملاحظہ کریں۔

آپ ہی کے دم سے ہے یہ رنگ و بو
چاند کو ہے آپ کی ہی جستجو
آپ سے روشن ہوا ہر چارسو

''یک حدیثے از لب شیرین تو ❁ بہتر از قند و نبات و انگبیں''

فارسی نعتوں اور غزلوں پر تضمین کے نمونے ہی کافی ہوگئے۔ اردو اشعار کے نمونے پیش کرنے کی صفحات اجازت نہیں دیتے۔ کتاب کا مطالعہ کرنے والے خود ملاحظہ کرلیں اور محظوظ ہوں۔ التفات کا یہ مجموعہ تضمینات اہل تصوف کے لئے خاصے کی چیز ہے۔ ہر خانقاہ میں اور اہل دل حضرات کے پاس اس کا ایک نسخہ ہونا چاہیے۔ فارسی اور اردو شعرا کے مستند غزلوں و نعتوں کا ایک اہم انتخاب بھی ہے اور اس پر تضمین بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ جب قاری اس کو اٹھا کر دیکھنا شروع کرتا ہے تو اسی میں کھو جاتا ہے۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

توجہ طلب

سہ ماہی مجلہ ''المجیب''، میں شائع ہونے والے مضامین میں حسب ضرورت تلخیص اور الفاظ و تراکیب کی تصحیح کرنی پڑتی ہے۔

اہل قلم حضرات کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ اِسے گوارہ فرمائیں۔ بصورت دیگر ہماری معذرت قبول فرمائیں——(ادارہ)

تعزیتی پیغامات

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

● محمد آیت اللہ قادری

حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی رحمۃ اللہ علیہ :

دنیا میں وبائی ومہلک مرض کورونا پھیلنے کی وجہ سے ہم لوگ اہم اور نامور علمی، ادبی، سیاسی، سماجی شخصیات سے محروم ہو گئے، ہنوز ملک عدم کی طرف علماء ومشائخ ودانشوران قوم وملت کی رحلت کا سلسلہ جاری ہے ایسا لگتا ہے کہ اب تیزی سے صالحین ومفکرین سے دنیا خالی ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ اپنا کرم وفضل خاص فرمائے اور پاسبان وحامیان امت کا سایہ تادیر قائم رکھے۔ آمین!

۳/اپریل ۲۰۲۱ء مطابق ۲۰/شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ بعد نماز ظہر امیر شریعت بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ وسجادہ نشین خانقاہ رحمانی مونگیر مولانا سید محمد ولی رحمانی علیہ الرحمہ کا سانحہ ارتحال مختصر علالت کے بعد شہر پٹنہ میں پیش آیا۔۔۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دوسرے روز ۲۱/شعبان المعظم کو جامعہ رحمانی مونگیر کے احاطہ میں اپنے جد امجد اور والد بزرگوارؒ کے جوار میں ہزاروں معتقدین، محبین، جان نثاروں کی موجودگی میں تدفین عمل میں آئی اور نم آنکھوں کے ساتھ سپرد خاک کیا گیا۔۔۔ اللھم ارحمہ وادخلہ فی العلیین مع الابرار۔

یقیناً ان کی وفات قوم وملت کے لئے ایک عظیم اور جانکاہ حادثہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو قائدانہ صلاحیتوں سے نوازا تھا، وہ قوم وملت کی بہترین رہنمائی فرما رہے تھے، موجودہ پرفتن وپرآشوب دور میں ملت اسلامیہ کو مختلف مسائل کے حل میں ان جیسی قدآور شخصیات کی اشد ضرورت تھی۔ اس حادثہ سے جو خلا پیدا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پر فرمائے اور قوم وملت کو نعم البدل عطا فرمائے۔

مولانا سید محمد ولی رحمانیؒ جون ۱۹۴۳ء میں پیدا ہوئے، ان کی نشوونما ایک علمی وروحانی گھرانے میں ہوئی، اس ماحول نے ان کو کافی متاثر کیا اور اس کا اثر ان کی حیات میں تادم مرگ پایا گیا۔ جامعہ رحمانی مونگیر کے علاوہ انہوں نے ملک کے مختلف

مشہور و معروف اداروں میں تعلیم حاصل کی اور درسیات کی تکمیل کی۔فراغت حاصل کرنے کے بعد انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور خاندانی اوصاف سے عوام و خواص کو فائدہ پہنچایا اور اپنے اسلاف کی طرح قوم و ملت کی قیادت و سیادت فرمائی۔ان کے والد ماجد حضرت مولانا سید محمد منت اللہ رحمانیؒ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے بانیوں میں سے تھے،اور خانقاہ رحمانی کے سجادہ نشین تھے۔اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد وہ خانقاہ رحمانی کے منصب سجادگی پر فائز ہوئے اور جامعہ رحمانی مونگیر کے سرپرست مقرر ہوئے۔امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدینؒ کے وصال کے بعد ضلع ارریہ،بہار میں ارباب حل وعقد کی موجودگی میں انتخاب امیر شریعت کا اجلاس ہوا اور اس میں مولانا سید ولی رحمانیؒ امارت شرعیہ بہار،اڑیسہ و جھارکھنڈ کے امیر شریعت سابع منتخب ہوئے۔

مولانا سید ولی رحمانیؒ انسان دوستی،جرأت،غمگساری،خوش اخلاقی محبت وضع داری کی ایک روشن مثال تھے۔وہ اپنی خانقاہ کی روایات کے امین تھے۔وہ متنوع الصفات شخصیت کے حامل تھے۔ایک طرف ان کو علوم دینیہ پر دسترس تھا تو دوسری طرف وہ عصری و سیاسی میدان کے بھی شہسوار تھے۔وہ ۱۹۷۴ء۔۱۹۹۶ء بہار قانون ساز کونسل کے رکن رہے۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ملک کی سیاسی حالات میں اصلاح کی بھی بھرپور کوشش کی۔انہوں نے جس بیباکی کے ساتھ قوم و ملت کی خدمات کیں ان کو فراموش نہیں کیا جاسکتا بالخصوص موجودہ دور میں ملی مسائل کے حل میں ان سے ملت کو کافی تقویت حاصل ہوئی۔

خانقاہ رحمانی مونگیر سے خانقاہ مجیبیہ کے دیرینہ مراسم و روابط رہے ہیں۔حضرت مولانا سید علی رحمانی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سید شاہ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان گہرے تعلقات تھے۔حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ نے اس کو قائم و برقرار رکھا۔حضرت مولانا سید ولی رحمانیؒ نے اس کو مزید استحکام بخشا۔ہمارے والد ماجد حضرت مولانا سید شاہ محمد رضوان اللہ قادریؒ کے عہد سے خانقاہ مجیبیہ میں ان کی آمد کا سلسلہ رہا،امیر شریعت منتخب ہونے کے بعد بھی وہ متعدد بار خانقاہ مجیبیہ تشریف لائے۔ہم سے اس قدر شفقت و محبت فرماتے تھے کہ جب آمد کا سلسلہ زیادہ موقوف ہوجاتا تو فون سے رابطہ کرکے خبر و کیفیت دریافت فرماتے۔ہم ان کے صاحبزادگان اور خانوادہ کے تمام افراد و جملہ متعلقین کو تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہیں،اور اس صدمہ و رنج میں ان کا شریک و سہیم ہیں،اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور اپنے خاص بندوں کے ساتھ ان کا حشر فرمائے آمین!

حضرت مولانا شاہ حسن مانی ندوی علیہ الرحمہ :

خانقاہ پیر دمڑیا خلیفہ باغ بھاگلپور کے سجادہ نشیں حضرت مولانا شاہ حسن مانی ندوی جو ایک بزرگ اور اہم شخصیت کے حامل تھے،افسوس کہ وہ بھی اب ہمارے درمیان نہیں رہے،۱۰/اپریل ۲۰۲۱ء کو ان کا بھی وصال پرملال ہوگیا—اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا شاہ حسن مانی ندوی علیہ الرحمہ بہت ہی منکسر المزاج شخصیت کے مالک تھے،صوبہ بہار کے سجادگان

کے درمیان ان کی ایک مغتنم شخصیت تھی، وہ اپنے اکابرو اسلاف کی روایتوں کے بہترین وارث وامین تھے۔

حضرت مولانا شاہ حسن مانی صاحب صوبۂ بہار کے ان گنے چنے مشائخ میں شمار ہوتے تھے، جوملت اسلامیہ بالخصوص صوفی حلقہ کے لیے دردمند دل اور فکر فروزاں کے ساتھ دینی وروحانی سطح پر سیادت کے فرائض بخوبی نبھانا جانتے تھے۔

خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف و خانقاہ پیر دمڑیا بھاگلپور کے اکابرین کے درمیان نہایت خوشگوار تعلقات رہے ہیں، حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی تشریف آوری خانقاہ پھلواری شریف بارہا ہوئی ہے، اپنی جانشینی وسجادگی کے بعد ایک بار تشریف لائے، ابھی صوفی کانفرنس میں شرکت ونمائندگی کے لیے انہوں نے راقم کو دعوت کے لیےفون سے رابطہ کیا تھا، میں بھی ان کی نوازشوں اور شفقتوں کا مورد رہا ہوں، ان کے سانحۂ ارتحال سے مجھے ذاتی صدمہ ہوا ہے۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا اس دنیا سے کوئی جسمانی رشتہ باقی نہیں رہا، دوسرے جانے والوں کی طرح وہ اب یہاں لوٹ کر کبھی نہیں آئیں گے، لیکن ان کی یاد مریدین و متعلقین اور وارثین کے دلوں میں ان کے وجود کا احساس دلاتی رہے گی، بقول فانی بدایونی:

کسی کی یاد مژگاں دل میں جب نشتر چبھوتی ہے
خلش ہوتی ہے لیکن کس قدر پرُ لطف ہوتی ہے

میں نے جو دیکھا اور شاہ صاحب علیہ الرحمہ سے اکثر ملاقات میں جو میں نے محسوس کیا کہ انہوں نے اپنی زندگی کے ہر موڑ پر تقویٰ، بڑی تولیت وریاست ہونے کے باوجود توکل، خداخوفی، فکر آخرت اور اتباع سنت نبوی ﷺ کو ملحوظ رکھا، چوں کہ آپ کا ہر قدم خدا اور اس کے حبیب ﷺ کی رضا وخوشنودی کے لیے ہوتا تھا، آپ کی زبان سے کبھی کسی کی برائی نہیں سنی گئی، یہی تقویٰ تھا جو آپ کو مشکل ترین مواقع سے بچا کر لے گیا اور آپ زندگی کے ہر موڑ پر لوگوں کے دام فریب سے بحمد اللہ محفوظ رہے۔

اللہ کی دعوت پر انہوں نے ماہِ مقدس کے عشرۂ رحمت میں لبیک کہا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ رحمت، مغفرت ونجات کا معاملہ فرمائے، ان کی خدمات وحسنات کو قبول فرمائے اور پسماندگان میں بالخصوص صاحبزادۂ گرامی و جانشین شاہ فخر عالم حسن ندوی زیدت معالیہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

شاہ تحسین عثمانی علیہ الرحمہ :

شاہ محمد تحسین عثمانی رحمہ اللہ جو خانقاہ مجیبیہ فردوسیہ کے مایۂ ناز فرزند اور سملہ کے مشہور ومعروف عثمانی خانوادے کے چشم وچراغ تھے، ۱۰ر رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۳ر اپریل ۲۰۲۱ء کو جہان فانی سے کوچ کر گئے ـــ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

شاہ تحسین عثمانی صاحب کا تعلق سملہ خانقاہ سے ہے، جو رفیع گنج ضلع اورنگ آباد میں واقع ہے، ”سملہ“ کو اس علاقے

سے عقیدت رکھنے والے ''سملہ پاک'' بھی کہتے ہیں، شاہ تحسین عثمانی مرحوم حضرت مولانا شاہ طاہر عثمانی سملوی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے اور مولانا شاہ تسنیم عثمانی موجودہ صاحب سجادہ خانقاہ مجیبیہ فردوسیہ سملہ کے بھائی تھے۔

تحسین عثمانی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں خصوصیات سے نوازا تھا اور علمی، ادبی اور صحافتی لحاظ سے مختلف جہات میں منفرد و ممتاز مقام عطا فرمایا تھا، وجیہ و شکیل تو تھے ہی اسم با مسمیٰ بھی تھے۔اس حقیر کے لیے ان کی شخصیت کا سب سے دل کش پہلو یہ تھا کہ مختلف فنون میں مہارت رکھنے کے باوجود اصلاً وفطرتاً ایک صوفی تھے۔

موجودہ دور میں جب علمی وصحافتی دنیا کو خاص طور پر غیر جذباتی، صائب الرائے صحافی اور معتمد دانشور کی شدید ضرورت ہے، شاہ تحسین عثمانی جیسے اعتدال پسند اور بے باک وجری صاحب قلم کا سانحہ ارتحال مسلم نوجوان نسل کے لیے عظیم خسارہ ہے۔

شاہ محمد تحسین عثمانی ابتدائی وثانوی تعلیم کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے دہلی گئے تھے، جامعہ ملیہ اسلامیہ سے اردو ادب میں ایم اے کیا، جواہر لال نہرو یونیورسٹی سے اردو ادب میں ایم فل بھی کیا، پھر انہوں نے صحافت کے میدان میں قدم رکھا اور مختلف اردو اخبارات سے وابستہ رہے، ایک عرصہ تک روز نامہ ''عوام'' کے ایڈیٹر رہے اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کے فاصلاتی تعلیمی شعبہ میں بھی کئی سال خدمات انجام دیں، آئینہ کے نام سے انہوں نے اپنا ویب سائٹ بھی جاری کیا، پھر روز نامہ ''ہندوستان ایکسپریس'' اور خبر رساں ایجنسی یو این آئی سے وابستہ ہوئے۔ ۲۰۰۸ء میں وہ امریکی سفارت خانہ کے دوماہی رسالہ ''اسپین'' سے کاپی ایڈیٹر کے طور پر وابستہ ہوئے اور تاحیات اسی عہدے پر فائز رہے، مرحوم اپنے کام میں نہایت مشاق اور متحرک وفعال تھے، صحافت کے فنی پہلو کے علاوہ تکنیکی پہلوؤں کی بھی اچھی مہارت رکھتے تھے۔

خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف اور خانقاہ مجیبیہ فردوسیہ سملہ کے درمیان علمی وروحانی مراسم کے ساتھ قدیم رشتہ داریاں بھی رہی ہیں، اب بھی مختلف جہات سے دونوں خانقاہوں کے درمیان قرابت داریاں قائم ہیں۔شاہ تحسین عثمانی مرحوم راقم الحروف کے ہم زلف شاہ مبشر عثمانی کے سگے بھائی تھے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کی بال بال مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں خاص الخاص مقام عطا فرمائے اور ان کی خدمات وحسنات کو قبول فرمائے اور جملہ پسماندگان میں خصوصاً والدہ مدظلہا (جنہوں نے اپنے سامنے یکے بعد دیگرے تین عظیم بیٹوں کو کھو دیا اور اس ضعیف العمری میں تین جوان بیٹوں کی موت کا غم اٹھایا) اہلیہ اور تینوں بچیوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین!

حضرت مولانا سید حمزہ حسنی ندوی رحمہ اللہ :

حضرت مولانا سید حمزہ حسنی ندوی بھی ۲۴ر رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ مطابق ۷ر مئی جمعہ کے روز اس دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت کر گئے، آپ کی وفات بھی علمی دنیا کے لیے عظیم خسارہ ہے۔

مولانا مرحوم ہندوستان کا مشہور ادارہ ندوۃ العلما لکھنؤ کے نائب ناظم تھے، نہایت منکسر المزاج، ملنسار تھے، اخلاق عالیہ کے

اونچے مرتبے پر فائز تھے، وسعت ظرفی اور معتدل مزاجی میں یگانہ عصر تھے، ندوۃ العلما کے مخلص اور اس کے افکار و نظریات کے بہترین ترجمان تھے۔

حضرت مولانا سے میری پہلی اور آخری ملاقات ۲۰۰۷ء میں حج کے موقع پر حرم مکی میں ہوئی جو آج بھی ذہن و حافظہ اور دل و دماغ میں محفوظ ہے، باب العمرہ سے حرم شریف میں داخلے کے وقت اچانک مولانا فخر عالم حسن ندوی سجادہ نشیں خانقاہ پیر دمڑیا سے ملاقات ہوئی، ان کے شامل مولانا حمزہ حسنی ندوی صاحب بھی تھے، شاہ فخر عالم صاحب نے ہم دونوں کو ایک دوسرے کا تعارف کرایا، مولانا مرحوم نے پہلی ملاقات میں جو محبت وشفقت اور اپنائیت دکھائی وہ ناقابل فراموش ہے، مولانا مرحوم کی وفات میرے لیے بھی ذاتی طور پر عظیم صدمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، انہیں غریق رحمت کرے، ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے اہل خانہ و متعلقین کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین!

حضرت مولانا شاہ عبدالحمید محمد سالم القادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ :

خدا جانے یہ سلسلہ المناک کی انتہا کیا ہے؟ رسالہ ترتیب وتزئین کے مرحلے سے گزر رہا ہے، حادثے پر حادثہ رونما ہوتا جارہا ہے، اسی درمیان ایک اور سانحۂ عظیم واقع ہوا کہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف کے صاحب سجادہ اور تصوف وعرفان کی گراں قدر شخصیت حضرت مولانا شاہ عبدالحمید محمد سالم القادری بدایونی کا وصال ہوگیا۔۔۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

شاہ صاحب علیہ الرحمہ دور حاضر میں بقیۃ السلف وفخر الخلف اور عظیم المرتبت شیخ طریقت تھے، زہد وتقشف، تقویٰ وورع، حسن اخلاق، عجز وانکساری اور سادگی کے پیکر جمیل تھے۔ حب خدا وعشق نبوی کے ساتھ اولیاء اللہ خصوصاً اپنے سرخیل سلسلہ سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے حد درجہ عقیدت رکھتے تھے، اسی حسن عقیدت کی بنا پر اکثر وبیشتر بغداد شریف کا سفر بھی کرتے تھے، ابھی چند سال قبل اپنے صاحبزادگان و چند متعلقین کے ہمراہ بارگاہ غوثیت مآب میں حاضری کے لیے تشریف لے گئے تھے، جہاں ان کے خلف اکبر اور نہایت لائق وفائق، مستند عالم وفاضل علامہ اسید الحق کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اپنے جواں سال فرزند ارجمند کی وفات کا بار اپنے ضعیف وناتواں کندھوں پر اٹھایا، صبر وتحمل کی مثال پیش کرکے آج خود بھی اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔ آپ کی وفات نہ صرف متعلقین خانقاہ قادریہ بلکہ علم وادب اور تصوف وعرفان کے حلقوں کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا تعلق خاندان عثمانی سے ہے، ان کا سلسلہ نسب ۳۵ ؍واسطوں سے حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک جاملتا ہے۔ ان کے مورث اعلیٰ حضرت قاضی دانیال قطریؒ ہیں، جو حضرت خواجہ عثمانی ہارونی قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ تھے اور اپنے عہد میں بدایوں کے قاضی رہے۔

خانقاہ قادریہ بدایوں کے بانی حضرت مولانا عبدالمجید قادریؒ تھے، علامہ فضل رسول بدایونی، علامہ عبدالقادر بدایونی رحمہما اللہ

اسی خانقاہ کے نیر تاباں گزرے ہیں، شاہ سالم میاں رحمہ اللہ علامہ عبدالقادر بدایونی کے پوتے اور مولانا عبدالقدیر رحمہ اللہ کے صاجزادے تھے، شاہ سالم میاںؒ ۱۳۷۹ھ میں مسند سجادگی پر فائز ہوئے، تقریباً ترسٹھ سال سجادۂ قادریہ کو زینت بخشی اور سلسلۂ قادریہ کی خدمات بطریق احسن انجام دیں۔

اسی خانوادے کے شاہ عبدالحامد قادری بدایونیؒ کا نام علمی وعرفانی حلقوں میں نمایاں ہے، ان کے نانا حکیم سید محمود الحسن الجیلانی الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ مخدوم شاہ ابوالحسن فرد پھلواروی قدس سرہٗ کے مسترشد ومجاز تھے۔

اللہ تعالیٰ ان کی خدمات وحسنات کو شرف قبولیت عطا کرے، ان کے درجات بلند فرمائے اور صاجزادگان مولانا عطیف قادری ومولانا عزام قادری اور تمام متعلقین ومتوسلین کو صبر جمیل توفیق ارزانی فرمائے۔ راقم پسماندگان کو تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہے اور ان کے غم میں شریک وسہیم ہے۔

ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

—(امیر مینائی)

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

برائے مضمون نگار حضرات

- مجلہ ''المجیب'' کیلئے جو بھی مضامین ارسال کریں وہ خالص المجیب کے لئے ہوتا کہ مجلے کا معیار برقرار رہ سکے۔
- مضامین کمپوز کرا کر ارسال کریں۔
- مضمون کے پہلے یا آخری صفحہ پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور لکھیں۔
- مضامین بھیجتے وقت اس کی نقل اپنے پاس رکھیں۔ مضامین گم ہونے کی صورت میں ادارے پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی۔

سرکولیشن منیجر

قندپارسی

● حضرت مولانا حافظ شاہ شہاب الدین ثاقبؔ قادری پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

بیا اے مئے کشاں سامانِ عیش بادہ ناب این جا ❁ کہ ساقی، شمعِ محفل، مطرب و چنگ و رباب این جا
نمی دانی بمستان راچہ ز موجِ شراب این جا ❁ نگاہِ ساقیم کرد است کارِ بادہ ناب این جا
نہ تنہا ہست اکنوں ذوق در رندان بہ مئے خانہ ❁ کہ رقص زاہدان دیدیم در موجِ شراب این جا
ہزاران خرقہائے زہد زاہد غرقِ خم کرد است ❁ کہ صد سجادہ و دلق است غرقِ بادہ ناب این جا
بگرد ساقی فیاض عالم بادہ نوشانند ❁ پیاپے می کشد ہر جرعہ اش زان سیل آب این جا
بیک دور نگاہ چشمت اے عقدہ کشا ساقی ❁ بود بیدار کاش این بخت خوابیدہ زخواب این جا
چرا خوف است از روز شمار اے مئے کشانِ او ❁ کہ شرحِ سرِّ قول لَا تَخَفْ اندر کتاب این جا
برو از نزد ما آخر چہ کار افتاد اے زاہد ❁ ترا از ما خرابا تیم و از خانہ خراب این جا
چہ سازد قید زہد ما برسم دور مئے خانہ ❁ بگو از ما لِتَاجِرْ مفتیٔ ما در جواب این جا
ترا اے مئی کشان در دور بادہ نُقل بادامی ❁ مرا بس چائے کشمیری ست با نان و کباب این جا

بیا ثاقبؔ کہ از یک جرعۂ پیمانۂ ساقی
کہ ما ہم بر کشائیم عقدۂ بخت خراب این جا

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

قطعہ تاریخ

بروفات والدۂ معظمہ نوراللہ مرقدھا

محمد آیت اللہ قادری پھلواروی

فقرات تاریخی

نیک و مہمان نواز خاتون زاویہ مجیبیہ
۱۴۴۲ھ

خاتون لطف و کرم
۱۴۴۲ھ

دست کار خانقاہ
۱۴۴۲ھ

امنا ولیہ نبیلہ رضی اللہ عنہا
۱۴۴۲ھ

مادر مشفقہ نور اللہ مرقدہا
۱۴۴۲ھ

عفو الٰہی، مغفرت والدہ ماجدہ
۲۰۲۱ء

اجل موعود والدہ مرحومہ تغمدہا اللہ
۲۰۲۱ء

منظوم

حیف کہ محروم گشتم از وجود مادری ❁ سایہ اش بُد بر سرِ ما بہتر از ظل ہما
مادرِ عصمت مآبم نیک خو ہم خوش صفات ❁ در زنان خاندانم بود بے شک باصفا
ناگہان از خدمت او دور گشتم من بزود ❁ از کجا یابم بہ ہر لحظہ در آوازش دعا
''مدفن غمخوار'' ما از رحمت حق پُر بود ❁ ہم بفردوس برین جایش بود اعلیٰ خدا!
۲۰۲۱ء

عہد نیکوئے رسید از مرگ او بہ ''اختتام'' ❁ ''شد جہان تاریک بے حد رفتہ چو دارِ بقاء''
۱۴۴۲ھ ۲۰۲۱ء

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

نعت شریف

● امان خاں دلؔ — شوگر لینڈ، ہیوسٹن، امریکہ

زمانے بھر میں یہ رونق جدھر کو دیکھتے ہیں ❁ حضورؐ پاک کے فیضِ نظر کو دیکھتے ہیں
جو چاہتے ہیں سلیقہ نظامِ ہستی میں ❁ بشر وہ اُسوۂ خیر البشرؐ کو دیکھتے ہیں
سمایا اِس میں ہے نعتِ رسولؐ کا سودا ❁ مقامِ اوج پہ ہم اپنے سر کو دیکھتے ہیں
سبق حضورؐ کی سیرت کا اُن کو یاد نہیں ❁ جو لوگ عظمتِ دیوار و در کو دیکھتے ہیں
جہاں بھی بزمِ ثنائے رسولؐ سجتی ہے ❁ فرشتے رشک سے ہر ایسے گھر کو دیکھتے ہیں
حریصِ منصبِ شاہی بھی بھیک لینے کو ❁ فقیر بن کے محمدؐ کے در کو دیکھتے ہیں

بہ فیضِ چشمِ تصور یہ دلؔ کو قدرت ہے
قریب اپنے نبیؐ کے نگر کو دیکھتے ہیں

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

مرثیہ

• محمد آیت اللہ قادری پھلواروی

جو ماں کے پیار کا عرفاں نہیں تو کچھ بھی نہیں
رضائے رب کا یہ ساماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

سنا ہے قدموں میں ان کے بہشت ہے بستی
حریم مادر خوباں نہیں تو کچھ بھی نہیں

دعا سے ان کی ہے دنیا بھی، آخرت بھی ملے
ہمارے سر پہ یہ احساں نہیں تو کچھ بھی نہیں

نماز و حج سے بھی برتر ہے خدمتوں کا صلہ
نصیب جس کو یہ ایماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

اجڑ گئی مری بستی، پڑا ہے سونا چمن
ہزار لوگ ہوں گر ماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

مہ و نجوم بھی ہوں ہاتھ میں تو آیتؔ کیا
جو ماں کا گوشۂ داماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋

کوائف وحالات

● ادارہ

راز و نیاز بلبل وگل ہم سے پوچھئے ❁ نرگس کی آنکھ بن کے رہے ہیں چمن میں ہم

کچھ اپنی........................کچھ دوسروں کی

بنگال کاالکشن :

نہ صرف بنگال بلکہ ملک کے مختلف حصوں کے لوگوں کی مرضی کے خلاف پانچ ریاستوں میں انتخابات ہوئے اور نتائج بھی آگئے۔الکشن کمیشن یا برسر اقتدار حکومت ایسے نازک وقت میں جب پورا ملک مہلک بیماری میں گرفتار کراہ رہا تھا، آخر انتخاب کیوں چاہ رہا تھا، یہ سمجھنا مشکل ہے۔ بہرحال ان لوگوں کا جو بھی مقصد رہا ہو یہ حقیقت ہے کہ نتیجہ ان کی خواہش اور مرضی کے خلاف آیا۔آسام کو چھوڑ کر کہیں بھی ان کی دال نہیں گلی، خاص کر بنگال جہاں داخل ہونے کے لیے بی جے پی نے اپنی ساری طاقت جھونک دی، اس کے ہاتھ نہ آسکا۔ بنگال کی ایک شیرنی نے یک وتنہا دنیا کی سب سے بڑی سیاسی جماعت کو دھول چٹادیا۔ایسی شکست اُسے نصیب ہوئی جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، دوتہائی سے زیادہ سیٹوں پر دی دی کی ترنمول قابض ہوگئی اور ممتا بنرجی نے تیسری مرتبہ وزیر اعلیٰ کا تاج پہن لیا، بی جے پی کے لیے یہ کوئی معمولی رسوائی نہیں تھی، اپنی پوری طاقت، پوری سرکاری مشنری اور دوسرے آئینی اداروں کو اپنے حق میں استعمال کرنے کے باوجود بی جے پی کے لیے شکست حد درجہ شرمناک اور باعث رسوائی ہے۔لوگ یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ یہ بی جے پی کے تابوت میں آخری کیل ہے اور اس کے زوال کی پہلی سیڑھی۔خدا کرے ایسا ہی ہو۔

بنگال کے انتخاب نے ثابت کر دیا ہے کہ لوگوں کو بی جے پی کی پالیسی سے نفرت ہوتی جارہی ہے، ہندومسلم اتحاد جو

اس ملک کی روح ہے اُسے توڑنا، آپس میں اختلاف پیدا کرنا، خود ملک دشمن ہو کر ایک خاص طبقہ کو ملک دشمن قرار دینا اس جماعت کی بنیادی پالیسی ہے جسے ملک کے لوگ سمجھ چکے ہیں۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کو اپنے ایک ایک ووٹ کی اہمیت کا اندازہ دلایا جائے تا کہ وہ گھروں سے نکلیں اور جہاں بھی ووٹنگ ہو اپنے ووٹ کا صحیح استعمال کریں۔ بی جے پی مخالف دوسری سیاسی جماعتوں کا ایک ہلکا پھلکا اتحاد بنگال میں بنا جس کا اثر لوگوں نے دیکھا اور نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ اگر ایسا ہی اتحاد دوسری جگہوں پر بھی ہو اور سیاسی جماعتیں اَنا کو چھوڑ کر صرف اس مقصد سے میدان میں آئیں کہ فرقہ پرستوں کو نیست و نابود کرنا ہے تو نتیجہ ہمیشہ مثبت آئے گا۔

وفیات

جناب حضور صاحب سجادہ کی والدہ محترمہ کی رحلت :

۱۵؍رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۸؍اپریل ۲۰۲۱ء کو شام میں یہ خبر صاعقہ اثر آئی کہ جناب حضور حضرت مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی صاحب سجادہ خانقاہ مجیبیہ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا۔ اس سے اہل خاندان اور متعلقین میں شدید رنج وغم کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ وہ کچھ عرصہ سے علیل تھیں، طبیعت زیادہ خراب ہوئی اور آکسیجن میں کمی ہونے لگی تو ان کو ہوسپٹل میں ایڈمیٹ کیا گیا۔ وہاں شروع میں افاقہ محسوس ہوا مگر پھر علالت بڑھی اور سب اعزہ واقرباء کو غم واندوہ میں مبتلا چھوڑ کر رخصت ہوگئیں۔

مرحومہ حضرت مولانا شاہ عون احمد قادری علیہ الرحمۃ کی بڑی صاحبزادی اور حضرت مولانا شاہ رضوان اللہ قادری علیہ الرحمۃ کی اہلیہ محترمہ تھیں۔ حضرت مولانا شاہ محمد امان اللہ قادری قدس سرہ کی بھانجی تھیں اور ان ہی سے بیعت تھیں۔ بڑی عبادت گزار، اوراد ووظائف کی پابند اور مخیر خاتون تھیں۔ اہل خاندان کے ساتھ بڑے حسن سلوک اور محبت وشفقت سے پیش آتی تھیں۔ خانقاہ کے زنانے حصے کی ذمہ داریاں تاحیات سنبھالتی رہیں۔

انہوں نے ایک صاحبزادی اور دو صاحبزادے حضرت مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی اور جناب مولانا شاہ محمد منہاج الدین قادری یادگار چھوڑے۔ دوسرے روز ۱۶؍رمضان المبارک مطابق ۲۹؍اپریل کو نماز ظہر کے بعد صاحب سجادہ مدظلہ العالی نے باچشم گریاں نماز جنازہ پڑھائی اور باغ مجیبی میں حضرت مولانا شاہ محمد رضوان اللہ قادری علیہ الرحمۃ کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالی درجات بلند فرمائے اور اعزہ واقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

جناب سید شہنواز حق صاحب کی وفات :

حضرت مولانا شاہ عون احمد قادری علیہ الرحمۃ کے تیسرے داماد جناب سید شہنواز حق صاحب نے بھی کچھ دنوں علیل

رہ کر ۸ ؍رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۱؍اپریل ۲۰۲۱ کو انتقال کیا۔ وہ مسکن کوٹھی باقر گنج پٹنہ کے رہنے والے تھے۔ بہت نیک مزاج اور عبادت گزار انسان تھے۔ خیر کے کاموں میں تعاون اور دوسروں کے ساتھ ہمدردی ان کی خاص صفت تھی۔ ۷۳ سال کی عمر پائی۔ اسی روز نماز مغرب کے بعد حضرت صاحب سجادہ مدظلہ العالی نے نماز جنازہ پڑھائی اور باغ مجیبی میں سپرد خاک ہوئے۔ اللہ تعالی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور اہلیہ، صاحبزادے شہباز حق (مقیم فرانس) اور صاحبزادیوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

جناب حسن احمد قادری کا انتقال :

پھلواری شریف کے خاندان قادریہ کی مشہور شخصیت اور جمعیۃ علماء بہار کے جنرل سکریٹری جناب حسن احمد قادری نے بھی ۹؍رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۲؍اپریل ۲۰۲۱ء کو وفات پائی۔ حسن احمد قادری صاحب کی پوری زندگی ملی وسماجی خدمات میں گزری۔ بہار کی ہر سماجی وملی تحریک میں وہ شریک رہتے اور اپنا تعاون پیش کرتے۔ سرکاری حلقوں سے روابط کی وجہ سے عام مسلمانوں کے کام کرانے کی پوری کوشش کرتے تھے۔ ان کا ایک بڑا کارنامہ پٹنہ اسٹیشن کے سامنے مسافروں کے لئے مدنی مسافر خانہ کا قیام ہے۔ جس میں سینکڑوں افراد روزانہ قیام کرتے ہیں۔ اللہ تعالی ان کو اس کا اجر عطا فرمائے۔ اسی سال کے قریب عمر پائی۔ رمضان کے مبارک مہینے میں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے۔ اللہ تعالی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ پسماندگان میں اہلیہ، ایک صاحبزادے ڈاکٹر فیض احمد قادری اور ایک صاحبزادی ہیں۔ نماز جنازہ صاحب سجادہ مدظلہ العالی نے پڑھائی اور باغ مجیبی میں تدفین عمل میں آئی۔

جناب بلال احمد قادری کی رحلت :

حضرت مولانا شاہ محمد امان اللہ قادری قدس سرہ کے بھانجے جناب بلال احمد قادری بھی ۱۳؍رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۶؍اپریل ۲۰۲۱ء کو رخصت ہوئے۔ جناب بلال قادری صاحب بڑے نیک مزاج اور متواضع شخص تھے۔ صاحب سجادہ مدظلہ العالی کے رشتے میں چچا تھے۔ آبائی تعلق مجھر شریف کے قادری خانوادہ سے تھا۔ جناب مولانا محمد قادری علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے اور مشہور عالم جناب مولانا سید احمد عروج قادری علیہ الرحمۃ کے بھتیجے تھے۔ پس ماندگان میں اہلیہ، دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔ نماز جنازہ صاحب سجادہ مدظلہ العالی نے پڑھائی اور باغ مجیبی میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

محترمہ عارفہ خاتون کی وفات :

۹؍رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۲؍اپریل ۲۰۲۱ء کو لکھنؤ میں محترمہ عارفہ خاتون نے انتقال کیا۔ وہ سید احمد صاحب

گورکھپوری کی صاحبزادی تھیں۔ان کے پورے خاندان کا خانقاہ مجیبیہ کے بزرگوں سے گہرا تعلق تھا۔بہت خوش مزاج اور متواضع خاتون تھیں۔اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین

مولانا سید محمد محفوظ الباری قادری مجیبی کا انتقال:

مولانا سید محفوظ الباری قادری مجیبی ۲۷/اپریل ۲۰۲۱ء مطابق ۱۴/رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ سہ شنبہ کو مختصر علالت کے بعد اپنے مالک حقیقی سے جا ملے—اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا سید محمد محفوظ الباری، حضرت امان المستجیرین مولانا الحاج سید شاہ محمد امان اللہ قادری قدس سرہٗ کے دست گرفتہ اور خانقاہ مجیبیہ کے مخلص مریدوں میں سے تھے، وہ ایک عرصے تک مدرسہ وارث العلوم چھپرہ میں استاذ رہے اور پھر اپنے برادر بزرگ حضرت جمال المقربین مولانا الحاج سید شاہ محمد خورشید جمال قادریؒ کی سبکدوشی کے بعد اس مدرسہ میں صدر المدرسین مقرر ہوئے۔

ادارۂ المجیب مولانا الحاج سید محمد محفوظ الباری کی رحلت پر ان کے خانوادے کے غم میں شریک ہے اور ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد خورشید جمال قادریؒ کی اہلیہ محترمہ کی رحلت:

حضرت مولانا الحاج سید شاہ خورشید جمال قادریؒ کی اہلیہ اور رسالہ المجیب کی مجلس ادارت کے رکن پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید ڈائریکٹر مرکز تحقیقات فارسی وصدر شعبۂ فارسی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی والدۂ معظمہ نے ۳/مئی ۲۰۲۱ء مطابق ۲۰/رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ دوشنبہ کو بہ وقت عصر مختصر علالت کے بعد داعیٔ اجل کو لبیک کہا—اناللہ وانا الیہ راجعون۔

معظمۂ مرحومہ کو حضرت امان المستجیرین مولانا الحاج سید شاہ محمد امان اللہ قادری قدس سرہٗ سے بیعت تھی اور انہیں حضرت مخدومنا تاج العارفین رضی اللہ عنہ سے نسبی جزئیت حاصل تھی، مرحومہ معظمہ درس وتدریس سے وابستہ رہی تھیں اور مدرسہ حبیبیہ دار البنات چھپرہ میں صدر المعلمات کے عہدہ سے سبکدوش ہو چکی تھیں۔

ادارۂ المجیب اپنے مخلص کرم فرما پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید اور دیگر بازماندگان کی خدمت میں صمیم قلب سے تعزیت پیش کرتا ہے اور ان کے غم میں سہیم وشریک ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ ان سفر کردۂ معظمہ کی مغفرت فرمائے، درجات میں بلندی عطا کرے اور اعلیٰ علیین میں بہترین مقام سے نوازے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ان کے علاوہ حضرت مولانا شاہ بدر احمد مجیبی مدظلہ العالی کی خوش دامن یعنی جناب عبد الاحد صاحب عیسی پوری کی اہلیہ محترمہ، حضرت مولانا شاہ مشہود احمد قادری مدظلہ کی خوش دامن حضرت شاہ غلام حسنین چشتی خانقاہ سلیمانیہ پھلواری شریف کی صاحبزادی اور خاندان مجیبیہ کے فرد جناب علی منظر مجیبی صاحب کا بھی انتقال ہوا، جناب حکیم ننھے صاحب مرحوم کے داماد

معین الدین احمد صاحب بھی ۲۷ ر رمضان المبارک کو مختصر علالت کے بعد اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ مولانا بدر احمد مجیبی کے خویش آصف مسعود صاحب کے والد مسعود عالم صاحب (آرہ) اور والدہ دونوں ایک دن کے فرق سے اس موذی مرض میں مبتلا ہو کر رخصت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے۔ ادارہ المجیب ان تمام وفات یافتگان کے اعزہ واقرباء کے غم واندوہ میں برابر کا شریک ہے۔

پروفیسر سید عزیز احمد صاحب کا انتقال :

۴ رشوال المکرم مطابق ۱۷ رمئی کو جناب پروفیسر سید عزیز احمد صاحب (شریف کالونی مصلح پور پٹنہ) کا انتقال ہوا۔ خانقاہ کے بزرگوں سے ان کے خاندانی روابط تھے۔ حضرت مولانا شاہ محمد امان اللہ قادری قدس سرہ سے بیعت کا تعلق تھا۔ خانقاہ کے بزرگوں سے ان کا والہانہ تعلق تھا۔ زیب سجادہ حضرت مولانا سید شاہ آیت اللہ قادری مدظلہ العالی کے پھوپھا جناب ڈاکٹر وسیم احمد صاحب کے بھائی تھے۔ اورینٹل کالج پٹنہ میں پروفیسر رہے۔ بڑے متواضع اور خلیق تھے۔ خانقاہ کی تاریخ اور بزرگوں کے حالات میں انگلش میں ان کی ایک کتاب مطبوعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

جناب شاہ انور علی عثمانی صاحب کا وصال :

۷ رشوال المکرم مطابق ۲۰ رمئی کو جناب شاہ انور علی عثمانی کی وفات ہوئی۔ حضرت شاہ صاحب خانقاہ برہانیہ کمالیہ حضرت دیورہ (ضلع گیا) کے سجادہ نشیں تھے۔ عرفانی وروحانی شخصیت کے حامل تھے۔ خانقاہ برہانیہ کمالیہ بہار میں سلسلہ فردوسیہ کی ایک اہم خانقاہ ہے۔ آپ حضرت شاہ ابراہیم عثمانی علیہ الرحمہ کے صاجزادے تھے۔ اپنے برادر بزرگ حضرت شاہ منصور عثمانی علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد سجادہ نشیں ہوئے۔ اپنے ارادت مندوں میں بہت مقبول تھے۔ دیورہ میں ہی نماز جنازہ ہوئی اور اپنے بزرگوں کے حلقے میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے اہل خاندان ومخلصین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

جناب محمود جابر صاحب کی وفات :

کراچی پاکستان سے غم واندوہ کی خبر آئی۔ یکم جون مطابق ۱۹ رشوال المکرم کو محترم جناب نعیم اختر مجیبی صاحب (حضرت صاحب سجادہ مدظلہ کے خلیرے چچا) کے چھوٹے بہنوئی جناب محمود جابر صاحب کا مختصر علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔ علالت کے بعد کچھ روز ہوسپٹل میں رہے۔ اس کے بعد وفات پائی۔ محمود صاحب حضرت مولانا شاہ عون احمد قادری علیہ الرحمہ کے ماموں زاد بھائی جناب محمد جابر صاحب مرحوم کے چھوٹے صاجزادے تھے۔ بڑے سنجیدہ اور خلیق انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائے۔ آمین

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

دارالعلوم مجیبیہ خانقاہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)

DARUL ULOOM MOJIBIA KHANQUAH

Phulwari Sharif, Patna-801505, Bihar (INDIA) Mob.: +91-9572860252, 7717792508

دارالعلوم مجیبیہ، پھلواری شریف کے اکابر بزرگوں اور اولیاء اللہ کی یادگار اور ہندوستان کی قدیم درسگاہ ہے۔ اس کی علمی خدمات تین صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ دارالعلوم اپنے سن قیام ۱۱۲۵ھ سے لے کر آج تک تواتر و تسلسل کے ساتھ علوم اسلامی کی ترویج و اشاعت میں لگا ہوا ہے اور الحمدللہ کسی دور میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ موقوف نہیں ہوا۔ ابتدائی فارسی درجات سے لے کر عربی کے آخری درجات، دورۂ حدیث تک یہاں تعلیم دی جاتی ہے — اور قرآن کریم کے حفظ و قرأت کی تعلیم معیاری طریقے پر ہوتی ہے۔ بچوں کے لئے اردو، ناظرۂ قرآن اور عصری تعلیم کا بھی انتظام ہے۔ تمام بیرونی طلبہ کے لئے قیام و طعام، کتابیں اور دیگر سہولیات کا اہتمام دارالعلوم مجیبیہ کی طرف سے مفت کیا جاتا ہے۔

اسلئے اہل خیر حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ صدقات، زکوٰۃ، عطیات اور دیگر مواقع پر دارالعلوم مجیبیہ کو فراموش نہ کریں۔ مالی امداد پہنچا کر عنداللہ ماجور و مثاب ہوں۔ یہ قدیم درس گاہ آپ کے تعاون کی مستحق ہے۔

چیک یا ڈرافٹ پر صرف "DARUL ULOOM MOJIBIA" لکھیں

ISSN 2320-8600 The ALMOJIB Quarterly

Vol.No. :61 Jan., Feb. & March 2021 Sl.No. : 01

The only most widely circulated Urdu Quarterly of Bihar

Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna - 801505 Bihar (INDIA)

Ph. No. (0612) 2555572, Telefax : 2555305, Mob. No. +91-9006306098, E-mail : almujeebquarterly@gmail.com

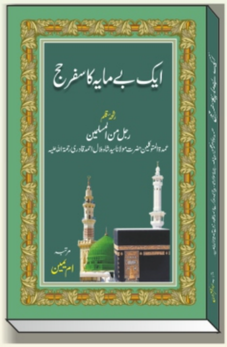

دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ کی فخریہ پیشکش

ایک بے مایہ کا سفر حج

عمدۃ المتوکلین حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے اشہب قلم سے ارقام شدہ ''سفر نامہ حج'' جو سہ ماہی مجلہ المجیب میں قسط وار شائع ہوا تھا، اب ان کی بڑی صاحبزادی ام یمین صاحبہ کی کاوش وترتیب سے کتابی شکل میں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکا ہے۔

یہ سفر نامہ رہنمائے حج وزیارت ہے، واقعات سفر کا مرقع ہے، عشق نبوی اور دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب واحترام کے سلسلے میں بزرگان پھلواری کا نمائندہ ہے اور خاموش رہنمائی کا ایک نمونہ بھی ہے، مرتبہ نے پیش لفظ کی ابتدا میں سفر نامہ کی اہمیت بیان کر کے صاحب سفر نامہ کی شخصیت پر مختصراً روشنی بھی ڈالی ہے۔

حسن ترتیب، عمدہ طباعت، خوبصورت ڈیزائن اور قیمتی کاغذ سے مزین، ۲۳۲ صفحات پر مشتمل یہ کتاب مجلد -/300 اور غیر مجلد -/250 روپے میں دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ سے حاصل کریں۔

Published by **Mohd. Minhajuddin Mujeebi** on behalf of Darul Esha'at Khanquah Mujeebia,
Editor : Dr. Shah Fatahullah Quadri, Printed at Taj Offset Press, Daryapur, Patna-800004
and Published at Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna-801505, Bihar (INDIA)